تذکرۃ الشیخ میناؒ

چشتی و سہروردی
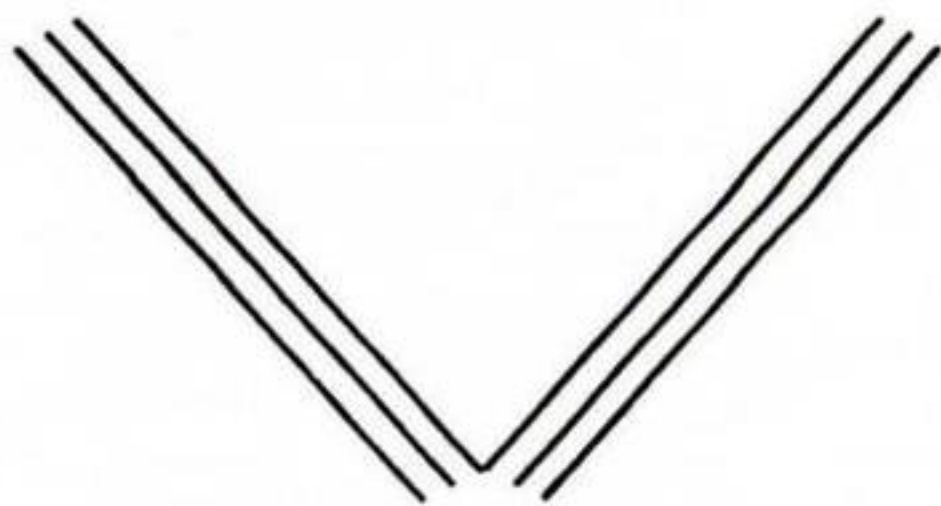
مؤلف

خ رئیس الحسن صدیقی

نام کتاب:-	تذکرۃ الشیخ میناؒ۔
مصنف:-	پیرزادہ شیخ رئیس الحسن صدیقی۔
ایڈیشن:-	تیسرا۔
تاریخ:-	جنوری سنہ ۲۰۰۹ء "2009"۔
تعداد:-	دو۲ ہزار (2000)
کتابت:-	کرامت کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ، اکبری گیٹ، لکھنؤ۔
طباعت:-	آزاد پرنٹنگ پریس نظیر آباد، لکھنؤ۔
ہدیہ:-	مبلغ پچاس روپیہ (-/۵۰ روپیہ)

فہرست مضامین

غزل

اے قطب اقطاب جہاں در ہر علومی برتری
مثلت نخیز و بعد ازیں زیر سپہر چیزی
آں دم کہ آئے در سخا دریا بلر زد از عطا
بیحد نہ بخشی برگدا بر رسم شاہ خیبری
عامل بعمل اتقیا کامل مکمل اولیاء
شامل بقول انبیا زین وصف ہم روشن تری
آمد ندادر گوش ما اے پر ہنر شاغل چرا
رو پیش قطب رہنما بنمائے فن شاعری
شیخ محمد قطب دین قطب است در عالم یقیں
ہر یک مرید از روم و چین در ذات ہر ہمہ حاضری
بندہ کریم بینوا بنواز اکنوں کن دعا
حاجات من گرد د روا برہان مرا از مضطری

عرض معروض

ناظرین! تذکرۃ الشیخ میناؒ جو اس وقت آپ حضرات کے مدنظر ہے۔ اس کتاب میں ایک ہی سلسلہ کے چار مشہور و معروف اولیائے کرام کے حالات زندگی کو بہ تفصیل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

حضرت شیخ قوام الدین عباسیؒ المعروف حاجی الحرمین صاحبؒ آپ کے وصال کو تقریباً چھ سو چوبیس (۶۲۴) سال ہو چکے ہیں۔ آپ حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ کے پیر مرشد ہیں۔ تاریخ وصال بیس شعبان المعظم ۸۰۰ھ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ: آپ حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے پیر مرشد ہیں۔ آپ کا وصال تقریباً ایک سو بیس سال کی عمر میں سترہ شوال المکرم ۸۵۵ھ میں ہوا۔ وصال کو تقریباً پانچ سو انہتر سال ہو چکے ہیں۔

حضرت مخدوم شاہ مینا: آپ حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی کے پیر مرشد ہیں۔ آپکا وصال ۸۴ چوراسی سال کی عمر میں ۲۳ ر صفر المظفر ۸۸۴ھ میں ہوا۔ آپ کے وصال کو ۵۴۰ پانچ سو چالیس سال ہو چکے ہیں۔

حضرت شیخ سعد الدینؒ خیر آبادی: آپ کا وصال ایک سو آٹھ سال کی عمر میں سولہ ربیع الاول ۹۲۲ھ میں ہوا۔ وصال کو تقریباً پانچ سو دو سال ہو چکے ہیں۔

وضاحت

حضرت شیخ قوام الدین المعروف حاجی الحرمین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے والد محترم شیخ قطب کے درمیان تعلقات کے بارے میں الگ الگ کتابوں نے جدا جدا طور پر تحریر فرمایا ہے۔ تحفۃ السعداء نے شیخ قطب کو حاجی الحرمینؒ کا چچا زاد بھائی تحریر فرمایا ہے۔ خم خانہ تصوف میں، اخبار الاخیار و انوار العارفین کے حوالہ سے شیخ قطب کو حاجی الحرمینؒ کا خاص خادم تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شیخ قوام الدین کے وصال کی تاریخ میں بھی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کچھ روایات میں تحریر ہے کہ حضرت مخدوم شاہ میناؒ حضرت شیخ قوام الدین کی حیات میں پیدا ہوئے اور بیشتر روایات سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت مخدوم شاہ میناؒ کی ولادت حضرت شیخ قوام الدینؒ کی وفات کے بعد ہوئی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

الغرض ہم حسب بالا تمام روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ملفوظات پر اکتفا کر رہے ہیں۔ (حضرت مخدوم شیخ محمد بن شیخ قطب

المعروف بہ شیخ مینا صاحب لکھنوی قدس اللہ سرہ ونور اللہ مرقدہ، بنور الخفی والجلی مرتبہ میر محی الدین صاحب ابن حسین الرضوی الحسن امیٹھوی بہ کتب خانہ حضرت حافظ صاحب قبلہ مثل دیگر کتب ہائے قلمی بطریق استفادہ تعلیم محفوظ وموجود بود) ''ملفوظات''

استدعا

میں ایک عامی، جس کو نہ تالیف کا سلیقہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کی اہلیت محض حصول ثواب کی نیت سے زائرین کے لئے ٹوٹی پھوٹی زبان میں یہ مجموعہ ترتیب دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس نذرانہ عقیدت کو شرف قبول عطا فرمائے اور میرے لئے سرمایہ آخرت بنادے۔

ناظرین سے استدعا ہے کہ اس مجموعہ کے مطالعہ سے کسی قسم کی سہولت محسوس فرمائیں تو براہ کرم دعاؤں میں احقر کو فراموش نہ فرمائیں۔

کوئی غلطی معلوم ہو تو اسے عفو فرما کر احقر کو بحوالہ اسناد ضرور ایما فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح کی جاسکے۔

طالب دعا

شیخ رئیس الحسن صدیقی

اندرون احاطہ درگاہ شریف حضرت مخدوم شاہ میناؒ

نزد میڈیکل کالج، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز سخن

بحمد اللہ تذکرۃ الشیخ مینا میری دیرینہ آرزو اور خواہش کا نتیجہ ہے اس کتاب میں میں نے حضرت شیخ قوام الدین عباسیؒ، حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ اور حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی کے حالات زندگی اختصار کے ساتھ اور حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے حالات زندگی مفصل طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے حالات و تعلیمات پر کافی لکھا جا چکا ہے۔ مُجمع السلوک والفوائد مصنف شیخ سعد الدین خیر آبادیؒ سنہ تصنیف ۸۸۹ھ، ملفوظات حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی مخطوطہ کتب خانہ مینائی، ملفوظات حضرت مخدوم شاہ میناؒ کا ایک مجموعہ سید محی الدین رضوی کا مرتبہ مطبع مرقع عالم ہردوئی سے شائع ہو چکا ہے، ''نسخہ مینائی تحفظ السعداء کے مصنف خواجہ کمال تحریر فرماتے ہیں واقعاتی اعتبار سے یہ کتاب شیخ قوام الدین عباسیؒ لکھنوی م ۸۰۰ھ کے حالات اور شاہ میناؒ کی ولادت ۸۰۰ھ سے شروع ہو کر سنہ تصنیف ۱۰۱۶ھ پر ختم ہوتی ہے اور تقریباً دو سو سولہ (۲۱۶) سال پر محیط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز سخن

بحمد اللہ تذکرۃ الشیخ مینا میری دیرینہ آرزو اور خواہش کا نتیجہ ہے اس کتاب میں میں نے حضرت شیخ قوام الدین عباسیؒ، حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ اور حضرت شیخ سعد الدین خیرآبادی کے حالات زندگی اختصار کے ساتھ اور حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے حالات زندگی مفصل طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے حالات و تعلیمات پر کافی لکھا جاچکا ہے۔ مُجمع السلوک والفوائد مصنف شیخ سعد الدین خیرآبادیؒ سنہ تصنیف ۸۸۹ھ، ملفوظات حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی مخطوطہ کتب خانہ مینائی، ملفوظات حضرت مخدوم شاہ میناؒ کا ایک مجموعہ سید محی الدین رضوی کا مرتبہ مطبع مرقع عالم ہردوئی سے شائع ہوچکا ہے، ''نسخۂ مینائی تحفظ السعداء کے مصنف خواجہ کمال تحریر فرماتے ہیں واقعاتی اعتبار سے یہ کتاب شیخ قوام الدین عباسیؒ لکھنوی م ۸۰۰ھ کے حالات اور شاہ میناؒ کی ولادت ۸۰۰ھ سے شروع ہوکر سنہ تصنیف ۱۰۱۶ھ پر ختم ہوتی ہے اور تقریباً دو سو سولہ (۲۱۶) سال پر محیط

ہے، یہ زمانہ تاریخ ہندوستان اور تحریک تصوف میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

تذکرہ الشیخ میناؒ میں حسب بالا کتب کے جزوی حوالوں کے علاوہ کئی دیگر مستند کتابوں کے حوالے بھی پیش کیے جا رہے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم نے بھی آج تک ترقی کی ہے اس نے ترقی کا زینہ تعلیم کو بنایا ہے تعلیم ہی ترقی کا وسیلہ ہے بغیر تعلیم کے نہ کوئی ترقی ممکن ہے اور نہ اپنی شناخت ہی باقی رہ جائے گی کیوں کہ یہ کتابیں ہماری تہذیبی وراثت ہیں اور یہ وراثت پشت در پشت منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اگر ہم نے ان سے فیضان حاصل کیا تو اپنے آباء واجداد کی اچھائیوں کو اپنانے میں ہمیں کامیابی ملے گی ورنہ ہم اپنی راہ راست سے ہٹ جائیں گے۔

جب ہم بزرگان دین کی سوانح حیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ بزرگان دین کی ساری زندگی خدمت خلق، تعلیم وتلقین درس و تدریس اور رشد وہدایت میں گزری ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ہم ناامیدی کو پاس نہ آنے دیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اپنے امور قادر مطلق کے سپرد کر دیں اور اس کی رحمت وکرم کے منتظر رہیں۔

ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت بیرونی ممالک سے آئے ہوئے صوفیائے کرام اور خدا کے نیک بندوں کی رہین منت ہے ان کے دل

اور زبان میں یکسانیت تھی اور جذبہ عشق الٰہی سے سرشار تھے، ان کی پاکیزہ دلی، حسن اخلاق باطنی کمالات، تہذیب نفس اور اسلام سے صحیح لگاؤ نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان کی نظر اتنی پاکیزہ تھی کہ پڑتے ہی دلوں کو مسخر کرلیتی تھی ان کے دل میں محبت اور عشق الٰہی کی وہ آگ روشن تھی جو ماسوا کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ ان کے اندر بلا کا خلوص تھا اور صحیح معنوں میں یہ لوگ اسلام کے داعی اور مبلغ تھے۔

ہندوستان میں بھی ایسے علم و فضل اور اصحاب ریاضت و مجاہدہ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے ہند اور بیرون ہند میں اپنی عظمت اور کمال کا سکہ جما دیا ہے۔ ان کی ساری زندگی خدمت خلق، تعلیم و تلقین، درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں گزری ہے۔ ان کی زندگی کل بھی ہمارے لئے مشعل ہدایت تھی اور آج بھی ہے کل وہ اپنی ظاہری حیات میں تشنگان معرفت کو سیراب کر رہے تھے اور آج ان کے آستانہ جات مرجع خلائق ہیں۔

ایسی ہی ایک ہستی کی ولادت صوبہ اودھ کی دارالسلطنت شہر لکھنؤ میں جو ہمیشہ ہی سے تہذیب و تمدن شیریں زبانی اور اخلاق و محبت کا مرکز رہا ہے، آج سے چھ سو تیئس (۶۲۳) برس قبل ۸۰۰ھ مطابق ۱۳۹۷ء میں ہوئی۔

سلطان الاولیاء الواصلین و برہان الاصفیاء الکاملین شیخ المشائخ قطب العالم حضرت مخدوم شیخ محمد بن شیخ قطب المعروف شاہ مینا لکھنوی مادرزاد ولی

ہیں رموز ربانی ہیں صاحب ولایت ہیں، آپ ترک تجرید میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے آپ عبادت، ریاضت اور مجاہدہ میں حقیقی خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ کو شیخ مینا اور شاہ مینا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ لکھنؤ میڈیکل کالج سے ملحق آپ کا آستانہ ایمانی جاہ وجلال کا مرقع نظر آتا ہے۔

مجھ ناچیز کا نسب نامہ حضرت شیخ قطب الدین سے وابستہ ہے جیسا کہ تحریر کیا جاچکا ہے کہ حضرت شیخ قطب الدینؒ حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے برادر زادے خلیفہ اور صاحب سجادہ تھے۔

میرے پردادا اور پیرزادہ شیخ صمصام الدین اور میرے دادا پیرزادہ شیخ حسام الدینؒ قصبہ بجنور ضلع لکھنؤ کے امراء اور عالموں میں شمار کئے جاتے تھے میرے والد پیرزادہ شیخ محمد وحید الحسنؒ درگاہ شریف حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے متولی و مہتمم تھے اور اب میں شیخ رئیس الحسن صدیقی اپنے خاندان کا آخری چشم و چراغ ہوں۔

نوٹ:- ناظرین سے میری گزارش ہے کہ اگر ترجمہ طباعت، کتابت یا عبارت میں کسی قسم کی غلطی ہوگئی ہو تو اسے عفو فرما کر احقر کو بحوالہ اسناد ضرور ایما فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح کی جاسکے۔

مؤلف شیخ رئیس الحسن صدیقی (نسبی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از: سلطان محمد عارف علی شاہ،
سجادہ نشین آستانہ مخدومیہ مخدوم شیخ سارنگؒ
مجھگواں شریف ضلع بارہ بنکی

ادب وثقافت، تہذیبی تنوع ادیان کی گہری اور طاقتور عبقریت، علمی ذہانتیں تاریخ کے طویل سفرنامے، تحقیق وتجزیہ کے ابھرتے ہوئے حلقے آدم کی آدمیت، نسان کی انسانیت اس کے شرف نیز سارے ناطق ومنطق عالم ہیئت پر انسان کے کامل تفوق کے موضوع پر اپنی ہمہ گیر ووسیع تر صلاحیتیں صرف کرتے رہے ہیں۔

یہ شرف جو اللہ رب العزت نے انسان کو عطا فرمایا ہے اپنی ذہنی صلاحیتوں کے پہلو سے جتنا بھی بارآور ایجادات واختراعات کا باعث بنا ہواوراس کا اعتراف عالم رنگ وبو عملاً کرتا ہی رہا ہے، لیکن اس شرف کے ثمرات کا فائدہ عالم اجسام کی راحت تک محدود ہے لیکن وہ شرف جو انسان

کے دل کے واسطے سے اسے عطا ہوا ہے اس کی حلاوت زرخیز گہرائیاں قلب ذاکر کی دھڑکنیں ہی محسوس کرسکتی ہیں۔ دل کی دنیا کا یہ انسان لاکھوں کے اژدہام میں اپنے باطن میں ڈوب کر اپنے لئے ایک الگ دنیا بنا سکتا ہے اور وحشت ناک ریگستانوں بے آب و گیاہ ویرانوں میں راسخ ترین شعور و ادراک کی ہزاروں بستیاں بسا لیتا ہے، ظاہری وسائل سے بے نیاز دلداروں کی یہ دنیا ایک الگ کیف، کائنات پر ایک غیر مرئی گرفت بندگان خدا کی فلاح کے لئے مضبوط نظام رکھتی ہے اس دلدار مست خرام قلندرانہ شرف کو مادی وسعتوں پر صمدیت کا مضبوط غلاف ڈال کر کائنات کی غیر محسوس نبضوں سے ایک ایسا تعلق پیدا ہوجاتا ہے جس کے لاسلکی رابطے حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کی روح کے رابطے کو براہ راست سلطان الہند خواجہ اجمیری کی عالم روحانیت سے قائم کردیتے ہیں اور بدایوں میں رہتے ہوئے سہروردی خواجگان صاحب عوارف کے قلب عارف سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

یہ دل جب اپنی بصارت کا باطنی رخ کسی سمت کردیتا ہے تو شجر و حجر مودب اور اطاعت پذیر ہوجاتے ہیں، گونگے بولنے لگتے ہیں، بڑے بڑے لسان ایک لفظ بولنے کی ہمت نہیں کرپاتے۔ خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کی نگاہ فخرالدین عراقی تخلیق کرتی ہے۔ مخدوم شیخ سارنگ کی نگاہ اٹھتی

ہے تو شاہ مینا نظر آتا ہے، یہ نگاہیں شمع سے شمع جلانے کے بے تار ٹرانسفارمر سے بھی آراستہ ہوتی ہیں۔ جس کے ذریعہ خیرآباد، فتح پور صفی پور، بلگرام گوپامئو اور دور دور تک دلداروں کی ایک وسیع کہکشاں وجود مسعود پاتی ہے اور یہ کہکشاں عالم انسانیت کو محبت وسوز کشادہ قلبی شفقتوں مروتوں انابت کی موسلا دھار بارش سے نہال کر دیتی ہے۔

یہ دل بولتا ہے تو جامی، رومی، سعدی، خسرو، حکیم ثنائی اور بلبلان خیرآباد وصفی پور میخانہ معرفت کی شراب طہور دو دو ہاتھ تقسیم کرتے دکھتے ہیں۔ دل کو یہ شرف کبھی نار نمرود میں اتر کر کبھی مہر میں دس سال بکریاں چرا کر، کبھی مچھلی کے پیٹ میں سما کر حد یہ ہے کہ کبھی اپنے عزیز فرزند کے گلے پر چھری چلا کر بھی حاصل ہوتا ہے اور پچھلے چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے فروزاں کہکشاں معرفت کے دلداروں کا مرکز سوز غار حرا کی خلوتوں، شق صدر کی طہارتوں، سدرۃ المنتہیٰ کی جلوہ گاہوں، دیدار الٰہی کی لذتوں وحی و الہام کی قوتوں، صادق وصدیق کی گزرگاہوں سے ہوتا ہوا منبع فیض ہے۔

مکہ کے ایک یتیم امی کے قلب فروزاں کا یہ فیض ہمیشہ ہی امیت کے ہی رہین منت رہا، علوم ظاہر کو عام انسانی شریعت کا مرجع بنانے کی اہمیت اور عمومیت تسلیم مگر دنیائے دل جب تک امی نہ بنی غزالی کا تحفہ کبھی نہ مل سکا اپنے آپ کو راست حوالگی کے بغیر دل کی دنیا کی نعمتیں حاصل نہ ہوسکیں۔ یہ

دل جب بولتا ہے تو موتیوں کے خزانے لٹاتا ہے ایسے چمکدار جگمگاتے موتی جو مایوس انسانیت کو عزم و حوصلہ اور جینے کا وسیلہ بن جاتا ہے اور آدمی خود بخود کہتا ہے۔

اذا نام غر فی دجی اللیل فاسحر

و قم للهعالی و العوابی و ثمر

ترجمہ: جب رات کو لوگ بے خبر سو رہے ہوں، اٹھ جاؤ اور بڑے مقاصد حاصل کرنے کے لئے تیاری کرو۔

اللہ کے سامنے سورہ مزمل و مدثر بن جاؤ اور مادیت کے جنگل کو روحانی کیف و سرمستی سے بھرے بادلوں سے ڈھانک دو اور شراب مشک و عنبر کی فردوسی بارش میں غرق کر دو، مادی فتوحات کو محبتوں کی پیکنگ میں سماجی کشمکش سے نجات دلا دو۔ جیو اور انسانیت کو پرسکون متعاون زندگی کی ڈگر پر چلانے کا کام دل کو اس کا شرف بیدار کر کے انجام دو۔

عقل آمد دین و دنیا شد خراب

عشق آمد ہر دو عالم کامیاب

ترجمہ: عقل دین و دنیا کی تباہی کا سامان ہے، عشق میں دونوں عالم کی فلاح ہے۔

وہ دنیا سے ہمیشہ یہ کہتا ہے۔

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست

سوئے قطار می کشم ناقہ ٔ بے زمام را

بے نکیلوں کی یہ دنیا اقوال بزرگان کے تابندہ موتیوں سے تیار نکیل پہن کر ہی معرفت نفس حاصل کر کے یہ کہہ سکتی ہے۔

غالی بنفسی عرفانی بقیمتها

فضتها عن رخیض القدر مبتذل

ترجمہ: چونکہ میں نے خود اپنے آپ کو پالیا ہے، اس لئے اب کم قیمت و بے سود چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہوں۔

یہ معرفت نفس دروازہ ہے معرفت ذات حقیقی کا۔ قطب اودھ حضرت مخدوم شاہ مینا شاہ ولایت جو رضاعت کے ایام میں ہی صائم ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کے دل کی دنیا حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہ العزیز کے روحانی مرکز توانائی سے پیدائشی طور پر منسلک ہوتی ہے، جو انہیں مادرزاد ولی بنا دیتے ہیں۔ پوری ظاہری تعلیم کے باوجود جب انہوں نے حضور شاہ محمد خامس عبداللہ رومی ہاشمی عرف شیخ سارنگ کی امیت کے سمندر میں اپنی ساری صلاحیتیں سمو دیں تو ان کے دل کی دنیا جگمگا اٹھی اور عشق حقیقی کے بعد ادراک ذات حقیقی سے سرفراز ہو گئے۔

اب اپنے مرشد کی زیر سرپرستی دنیا کی ناقہ بے زمام کی مہار ان کے

ہاتھ میں ہے جو اپنے اندر ابلتی ہوئی معراج ادراک حقیقت کے سامان سے کرر ہے ہیں اور ان کی ہر کروٹ سر عام یہ اعلان کر رہی ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنة فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی.

سلطان محمد عارف علی شاہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ
حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ
مجھگواں شریف ضلع بارہ بنکی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندگی شیخ قوام الدین قدس سرہ

''المعروف حاجی الحرمین صاحب رحؒ''

آپ کی جائے پیدائش اور ابتدائی تربیت گاہ شہر کڑا مانک پور تھا۔ وطن مالوف سے منتقل ہوکر لکھنؤ میں قیام پذیر ہوگئے تھے۔

حضرت شیخ قوام الدینؒ کو بیعت حضرت نصیر الدین محمود اودھی (چراغ دہلی) سے تھی اور خلافت مخدوم جلال الدین جہانیاں سے ملی تھی۔ ذکر و اشغال کی تلقین مخدوم جہانیاں کے علاوہ حضرت شیخ قطب الدین دمشقی (مصنف رسالہ مکیہ) سے بھی تھی۔ ''معیار التصوف'' مصنفہ بندگی مخدوم شیخ قوام الدین میں بھی یہی لکھا ہے۔

منقول ہے کہ بندگی شیخ قوام الدین نے سات حج کئے تھے ایک دن کسی وادی سے گزر رہے تھے۔ ایک کتے کو آپ نے دیکھا کہ پیاس سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، کوئی ہے جو اس کتے کو پانی پلا کر سات حج کا ثواب لے۔ ایک شخص نے کتے کو پانی پلا کر سیراب کر دیا۔

ہاتف غیبی کی آواز آئی، جب تک تمہاری زندگی ہے ہر سال تمہارے نام سے حج مبرور لکھا جائے گا۔ اس شفقت کی وجہ سے جو تم نے اس کتے پر کی ہے۔

شیخ نظام الدین جو کہ شیخ قوام الدین کے صاحبزادے تھے ان کے بارے میں تحفۃ السعداء مصنفہ خواجہ کمال نے حسب ذیل طور پر تحریر فرمایا ہے۔

منقول ہے : مخدوم شیخ قوام الدین متاہل تھے، آپ کے کئی صاحبزادگان تھے، بڑے صاحبزادے کا نام نظام تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ قطب الدین جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے، شیخ نظام بعد میں پہنچے اور جماعت میں شریک ہوگئے (اس اثناء میں کوئی ایسی بات ہوئی کہ شیخ قطب الدین کو تکلیف پہنچی) شیخ قطب الدین نماز سے فارغ ہوکر یہ سوچنے لگے کہ مخدوم شیخ قوام الدین کے فرزندان مخدوم کی موجودگی میں تو میری عزت کرتے ہی نہیں ہیں، مخدوم کے بعد میری عزت کیا ہوگی۔ دوسری نماز کے وقت حاضر ہوئے، حضرت مخدوم کو ان کے کوفت کا سبب معلوم ہو چکا تھا، فرمایا جو شخص برادرم قطب الدین کو تکلیف پہنچائے گا وہ باقی نہ رہے گا۔ اس جملے سے شیخ نظام کو اس قدر تشویش اور پریشانی ہوئی کہ اسی میں ہلاک ہوگئے۔

خم خانۂ تصوف میں اخبار الاخبار (اردو ترجمہ) اور انوار العارفین (فارسی) کتابوں کے حوالے سے تحریر ہے کہ شیخ قوام الدین رحمۃ اللہ علیہ

کے لڑکے کا نام شیخ محمد تھا، ان کو عرف عام میں شیخ مینا کہتے تھے۔ وہ دنیاوی جاہ و منصب کے حریص ہوئے اور اپنے والد کی مرضی کے خلاف شاہی دربار میں منسلک ہو گئے۔ اعزاز اور جاہ و منصب تو ان کو حاصل ہو گیا لیکن ان کے والد ان سے خفا ہو گئے تعلقات اس قدر کشیدہ ہو گئے کہ ان کے والد نے ان سے تعلقات منقطع کر لئے۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کو راضی کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکامیاب رہے۔ آخر کار انہوں نے خود والد کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ والد سے معافی مانگنے کے خیال سے وہ وطن روانہ ہوئے۔ کسی نے ان کے آنے کی اطلاع شیخ قوام الدینؒ کو بھی دی۔ یہ سن کر شیخ قوام الدین بہت خفا ہوئے اور غصہ کی حالت میں فرمایا ”میں نہیں چاہتا کہ وہ نابرخوردار میرے سامنے آئے“ ان کا یہ فرمانا تھا کہ ان کے لڑکے شیخ محمد جن کو شیخ مینا کے لقب سے پکارا جاتا تھا بیمار ہوئے اور راہی ملک و بقا ہوئے۔

ان کے انتقال کے بعد شیخ قوام الدینؒ نے اپنے ایک خاص خادم شیخ قطب الدین سے اپنی خواہش ظاہر کی کہ:

میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو اور اس کا نام محمد مینا ہو اور فرزندوں کی جگہ نعم البدل کا حکم رکھتا ہو۔

چنانچہ جب پیدا ہوئے تو آپ کا نام شیخ محمد رکھا گیا اور آپ شیخ مینا کے

لقب سے پکارے جانے لگے۔

ملفوظات حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی مصنف سید محی الدین رضوی نے شیخ قوام الدینؒ کے صاحبزادے شیخ نظام الدین کے بارے میں حسب ذیل تحریر فرمایا ہے۔

روایت ہے کہ رئیس العارفین (قوام الدین) کے ایک صاحبزادے تھے جن کا اسم مبارک شیخ نظام الدین تھا ان کو سلطان محمد بن فیروز شاہ نے ایک عہدہ پر مامور فرما کر طبل وعلم سے سرفراز کیا تھا۔ وہ ناگاہ ایک روز گھوڑے پر سوار معہ طبل وعلم (قوام الدین) رئیس العارفین کی صحن خانقاہ میں آگئے رئیس العارفین (قوام الدین) نے انہیں دیکھ کر فرمایا اے نالائق قوام الدین کا فرش اور یہ گھوڑا ویسے ہی وہ صاحبزادے شکار پر گئے اور گھوڑے سے گر کر فوت ہو گئے جب یہ خبر بی بی خاصہ عارفہ زوجہ رئیس العارفین (قوام الدین) نے سنی اور سنا کہ رئیس العارفین (قوام الدین) نے خود بددعا دی تھی تو غصہ ہو کر گھر سے باہر تشریف لے آئیں اور فرمایا اے سانپ تو نے میرے بیٹے کو ڈس لیا۔ رئیس العارفین (قوام الدین) نے جواب دیا کہ تیر نشانہ پر لگ چکا اب کوئی علاج نہ رہا۔ انشاءاللہ شیخ قطب سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کہ ہمارے لئے کافی ہے وہی ہمارا لڑکا ہے۔

حضرت شیخ قطب سے یہ بات منقول ہے کہ تصوف وسلوک بوالہوسی

نہیں ہے کہ فلاں شخص جامہ کوتاہ پہنتا ہے میں بھی پہنوں یا فلاں شخص نمازیں بہت پڑھتا ہے میں بھی پڑھوں۔

ایں کار کسا نیست کہ خیزند سروجاں

ایں خانہ خرابی، رہ ہر بوالہوسی نیست

سیمرغ تواند کہ کند خانہ بہ کوہ قاف

ترجمہ: یہ ان لوگوں کا کام ہے جو سروجان سے دست بردار ہوتے ہیں۔ یہ خانہ خرابی ہر بوالہوس کا طریقہ نہیں ہے۔ سیمرغ ہی کے بس کی بات ہے کہ کوہ قاف میں گھر بنالیتا ہے۔

سلوک وتصوف یہ بھی نہیں کہ علم حاصل کیا۔ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ بحث ومباحثہ کی مجلس آراستہ کی جو خود صدر نشیں ہوکر عزت وجاہ کی مسند بچھائی ان میں سے کوئی چیز بھی سلوک وتصوف نہیں ہے۔

تصوف یہ ہے کہ علم حاصل کرے، عمل مشروع میں مشغول ہو، مگر دل نخوت علم سے پاک رہے عمل کرے مگر اپنے عمل کو ناکردہ کے برابر سمجھے احوال ومقامات حاصل کرے اور مقام مکاشفہ ومشاہدہ تک پہنچے۔

ارشاد المریدین جو شیخ قوام الدین کی تصنیف ہے میں لکھتے ہیں کہ علماء شریعت مخلوق کو حق کی طرف بلاتے ہیں۔ انہیں بزرگوں کا بتایا ہوا یہ مسئلہ ہے کہ مقتدیوں نے اس گمان پر کہ امام باوضو ہے۔ اقتدا کی۔ بعد نماز یہ

معلوم ہوا کہ امام باوضو نہ تھا۔ مجنب تھا۔ اب تمام مقتدیوں کا فرض ہے کہ اپنی نماز دہرائیں اور باوضو امام کی اقتدا کریں۔ ٹھیک یہی خیال علماء طریقت کا ہے کہ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس شیخ کی پیروی کی گئی ہے وہ شیخی کی شرائط سے عاری ہے۔ تو امام باوضو کی طرح شیخ حقانی کی تلاش بھی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو کمال باطنی نصیب کرے۔

آپ نے فرمایا ایسا شیخ کامل چاہیے جو چوگان طلب ہاتھ میں لے اس میدان کی گیند سے اس طرح کھیلے کہ کبھی یہ طلب کی گیند آسمان کی طرف جائے کبھی لوح کی سمت کبھی قلم کی جانب کبھی غایت علیٰ میں اور کبھی تحت الثریٰ میں تاکہ مادہ سعادت نمایاں ہو، سراپردہ عزت تک پہنچے۔ سالک پر اگر شاہی کا لباس چڑھا ہوتا ہے تو اس کے منہ پر مارتے ہیں اور اگر درویشی کا لباس ہوتا ہے تو اس کو خلوت خاص میں جگہ دیتے ہیں اور صدر میں بٹھاتے ہیں۔

کسے کہ انس حق جوید مقام اوست ویرانی
زمیں زن تاج نخوت راپس آنکہ ترک عالم گو
کسے کو قرب حق خواہد نخواہد عالم فانی

جو انس حق کا طلبگار ہے اس کا مقام ویرانی ہے، نخوت کے تاج کو زمین پر دے مارو اور اس سے ترک تعلق کرو جو حق کا طلبگار ہے وہ عالم فانی سے

دست بردار ہے۔

حضرت قوام الدین سماع سے بہت ذوق رکھتے تھے، صاحب وجد و حال تھے۔ اکثر اپنے مخصوص دوستوں کے ساتھ سماع سنا کرتے تھے۔ ایک محفل میں سماع سن رہے تھے، ایک شخص پر انتہائی گریہ طاری تھا اور اس کی شکستگی نمایاں تھی۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے پرسش احوال کرنے لگے کہ اے عزیز تم نے کیا سمجھا کہ تمہاری یہ حالت ہو رہی ہے۔

اس شخص نے عرض کیا کہ اے شیخ! آپ لوگوں کے فہم کا حال مجھے معلوم نہیں اور نہ میں خود کو اہل حال کے زمرہ میں شمار کرتا ہوں، لیکن میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے اور اسی خیال کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں کہ میرے وجود سے پہلے ہی مجھ سے کیا جرم سرزد ہوا کہ میرا نام گنہگاروں کے دفتر میں لکھ دیا گیا۔ اور بندگی مخدوم سے پیش از وجود کیا طاعت انجام پائی کہ آپ کو عارفین کاملین میں بنایا؟ اور تخت معرفت پر بٹھایا۔

اس گفتگو سے حضرت مخدوم پر ایک کیفیت مزید پیدا ہوگئی۔ اس شخص کو گلے سے لگالیا اور فرمایا کہ اگر صحیح ذوق پیدا ہوا ہے تو وہ تم کو ہی پیدا ہوا ہے۔ حاضرین کو اور خود مجھ کو (قوام الدین) جو ذوق پیدا ہوا وہ تمہارے ہی طفیل میں ہوا ہے اور بار بار اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے۔ وما کنا نہتدی لولا

ان ہدانا اللہ۔ اگر اللہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔

ان شوریدگان محبت کے حال کو کوئی نہیں جان سکتا یہ عاشقان رحمان ہیں۔ یہ مشتاقان سبحان ہیں۔ یہ مشتاقان یزدان وہ ہیں کہ ان کے جسم و جان آتش محبت میں سوختہ ہیں۔ ان دیوانوں کا عجب حال ہے، ان عالموں کا عجب کمال ہے۔

درویش خود کسوٹی اور معیار ہے۔ عہد قدیم میں جو اولیاء اللہ گزرے ہیں وہ یوں ولی نہیں ہو گئے تھے کہ کسی شیخ کے مجاز تھے یا کسی بزرگ کے جانشیں تھے اور یہ حسن عقیدت کہ اگر بزرگ نہیں ہوتے تو ایسے بزرگ کے جانشین کیسے ہو جاتے، کوئی اصلیت نہیں رکھتی، یہاں مکان و زمان کا سوال نہیں ہے، ایک معیار مقرر کیا ہوا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یہی اصل کسوٹی ہے جب دل ماسویٰ سے خالی ہو جاتا ہے۔ تو قرب حق میسر ہوتا ہے۔

جس شیخ کا قول فعل، کتاب و سنت اور اجماع صحابہ کے خلاف ہو وہ شیخی و مقتدائی کے لائق نہیں ہے۔ ایسے شیخ کا پیرو کار کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ مردان خدا دہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے رخت ہستی کو دریائے وحدت میں ڈبو دیا تھا۔ سب کچھ کھو کر دھلے دھلائے یکہ و تنہا باہر آ گئے تھے۔ انہیں لوگوں نے تقرب کی راہ پائی مگر اب تو قحط الرجال ہے۔

اے عزیز ان کے احوال واعمال کو دیکھو تا کہ ان کے جمال کے اسرار تم پر منکشف ہوں کہ ان کی طاعت ان کے نزدیک تمام تر گناہ مگر ان کی معصیت گناہ پوشوں کی گناہ پوش ہے۔ الشیخ ہوالذی قدسی الذات و فانی الصفات یعنی شیخ کو پاکیزہ نفس اور فنافی الصفات ہونا چاہئے اگر اتنا مقام حاصل ہے تو شیخی کی اہلیت رکھتا ہے۔

شیخ کا قلب صیقل شدہ آئینہ ہے جو حضرت رب العزت کی ذاتی صفاتی، افعالی تجلیات سے روشن اور تاباں ہو گیا ہے اور ہر لحظہ لطائف غیبی سے آراستہ ہو رہا ہے۔ جب مرید صادق اپنے سچے اعتقاد سے اپنے دل کو شیخ کی طرف مائل کرتا ہے تو شیخ اپنے پرتو سے زنگ غیریت کو اس کے قلب سے دور کر دیتا ہے ہر ایک مرید پر اس کی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار ہی سے اثر پڑتا ہے۔

حضرت شیخ قوام الدین المعروف حاجی الحرمین صاحب رحمۃ اللہ علیہ رئیس العارفین و دیگر القاب سے بھی جانا جاتا ہے، آپ مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر مرشد ہیں۔ بہت سے حالات اور واقعات کو قلمبند کرنے میں اخبار الاخیار اور نزہت الخواطر کے تذکرہ نگاروں نے بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے۔ معراج الولایت جو ملفوظات حضرت شیخ سارنگؒ سے ماخوذ ہے اور خزینۃ الاصفیا کے مصنف نے لکھا ہے۔

شیخ قوام الدینؒ نے بوقت وفات مریدین و معتقدین کی موجودگی میں فرمایا کہ اس وقت شیخ سارنگ یہاں پر موجود نہیں ہیں اگر وہ موجود ہوتے تو خرقہ و پیراہن اور دیگر امانت میں اپنے ہاتھوں سے دیتا اور زیب تن کرتا اس لئے یہ خرقہ میں اپنے ساتھ قبر میں لے جا رہا ہوں۔ اور ایک کفن بے آستین حاضرین کو دیا کہ اس کو شیخ سارنگ تک پہنچا دینا۔ شیخ قوام الدین کا وصال ۸۰۰ھ مطابق ۱۳۹۷ء میں ہوا۔ جب بعد وصال شیخ قوام الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ مخدوم شیخ سارنگ لکھنؤ آپ کے آستانے پر پہونچے تو اپنے پیر کی دی ہوئی وہ امانت حاصل کی اور سر اور آنکھوں سے لگایا اور بحکم اپنے پیر روشن ضمیر حضرت شیخ مینا کو باطنی تربیت دی اور فیوض و برکات سے اوج کمال تک پہنچا دیا۔

حضرت شیخ سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اذکار مسنونہ کے ساتھ مسند سلسلہ کی تلقین کی ہے جو اٹھارہ واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ خواجہ کمال مصنف تحفۃ السعداء نے یہ پوری سند نقل کی ہے اس سند میں سلسلے کے مشہور بزرگ شیخ قوام الدین کا نام نہیں ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ بقول شاہ مینا صاحب آخری زمانے میں ان کا عمل بر مذہب امام جعفر رضی اللہ عنہ بودہ است......

مخدوم شیخ سارنگ قدس اللہ روحہ

آپ عشاق زمانہ اور بہت صاحب مرتبہ شخصیت بزرگوں میں ہوئے ہیں۔ حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ کو حسب ذیل القاب اور خطابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام المشرقین، حاجی الحرمین، مخدوم اعظم قطب العاشقین، سلطان السالکین حضرت شیخ محمد خامس عرف عبداللہ رومی مخاطب بہ پیران طریقت حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کا شجرہ مبارک خاندانی روایت وملفوظات کے مطابق اس طرح ہے۔

سید کبیر احمد بخاری و سید صفدر علی بخاری برادر عینی ہیں۔ سید کبیر احمد بخاری کے دو صاجزادے تھے۔ بڑے صاجزادے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور چھوٹے صاجزادے حضرت سید ابوالفضل عرف سید راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سید صفدر علی بخاری کے صاجزادے حضرت تاج السالکین بندگی الحاج مخدوم شیخ محمد خامس عرف عبداللہ رومی المخاطب حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرت سید صفدر علی بخاری بغرض تبلیغ و اشاعت اسلام ہندوستان

تشریف لائے۔ بعدہٗ بہ اشارہ غیبی آپ مالوہ مدھیہ پردیش وارد ہوئے وہاں کا راجہ سورج ونشی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور شری رام چندر جی کی نسل سے تھا، چونکہ سید صفدر علی بخاری ایک درویش کامل تھے، راجہ مع اراکین ریاست کے عقید تمندانہ حاضر خدمت ہوا آپ کے اخلاق حسن، باطنی کمالات اور پرتاثیر زبان نے سب کے دل کو موہ لیا اور راجہ اسلام کی طرف مائل ہوگیا۔

ایک عرصہ کے بعد حضرت سید صفدر علی بخاری نے مالوہ سے اپنی واپسی کا ارادہ ظاہر کیا آپ کے حسن اخلاق اور مخلوق خدا سے محبت وشیریں زبانی سے اہل مالوہ وراجہ واراکین ریاست اتنا متاثر تھے کہ سب گریہ کناں ہوگئے اور آپ سے دست بستہ گزارش کی کہ آپ ہمیں اکیلا چھوڑ کر اپنے مرکز کی طرف جارہے ہیں اور ہمارا جل ساگر بے رنگ ہورہا ہے۔ آپ نے راجہ اور رعیت سے کہا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں جو بات آپ کے سکون قلب کے لئے ضروری ہو اس کو میں انجام دوں گا۔ راجہ نے معہ اراکین ریاست عرض کیا کہ آپ کے ہمراہ جو آپ کا نور نظر ہے وہ ہم لوگوں کی تسکین وسکون قلب کے لئے ہمارے پاس چھوڑ جائیں تو ہمارا جل ساگر سارنگ ہوجائے گا سنسکرت میں سار کے معنی تالاب اور رنگ یعنی تالاب کی زینت وروشنی کے ہیں۔ حضرت شاہ صفدر علی بخاری نے راجہ واراکین ریاست کی نیک دلی

سے خوش ہو کر صاجزادے کو جن کا نام نامی اسم گرامی سلطان محمد خامس عرف عبداللہ رومی تھا ان کے سپرد کر دیا اور فرمایا لو یہ سارنگ ہو گیا یہ فرما کر آپ وطن کی طرف واپس ہو گئے آپ کی واپسی کے بعد راجہ نے جملہ اراکین ریاست سے مشورہ کرنے کے بعد ''رس بٹھاون'' یعنی آپ کو پسر متبنیٰ بنالیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ اب یہ راجہ ہے اور خود وزارت کرنے لگا۔

ملفوظات خاندانی اور تذکرہ نگاروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بہ طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زندہ کرامات سے راجہ کی چاروں بیویاں حاملہ ہو گئیں اور تین رانیوں سے اولاد نرینہ اور ایک بیوی سے لڑکی پیدا ہوئی اس کرامات سے راجہ بہت ہی گرویدہ ہو گیا اور ہر طرف مسرت اور خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ جب راجہ کا انتقال ہو گیا تو آپ کل ریاست کے مالک ہو گئے اور اس جگہ کا نام ملک سارنگ رکھا جو مالوہ میں آج بھی اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔ جب راجہ کی لڑکی بالغ ہوئی جو بہ حیثیت پسر متبنیٰ آپ کی بہن ہوتی تھی۔ تو آپ نے بہن ہونے کی حیثیت سے اس کی شادی کی فکر کی اور اس کا عقد سلطان محمد بن فیروز شاہ تغلق کے ساتھ کروا دیا اور آپ نے اپنی شادی بھی شاہی خاندان میں کی اور اپنی ریاست میں ایک شہر سارنگ پور آباد کیا جو مالوہ ریاست گوالیار میں

شامل ہے۔

حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ حضرت مخدوم شیخ سارنگ ابتدا میں فیروز شاہ تغلق کے امرائے نامدار میں تھے اور بوجہ پاکیزہ دلی و قرابت آپ کی دربار میں بڑی عزت و حرمت تھی اور سلاطین شرقی جونپور کی تواریخ کی ورق گردانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرقی سلطنت اپنے عروج پر تھی، یہ حدود سلطنت پچھم میں اٹاوہ اور علی گڑھ تک پھیلی ہوئی تھی اور گوالیار کے کئی پرگنے سلطنت شرقیہ کے زیر نگیں تھے۔ اودھ کا پورا خطہ ابراہیم شاہ شرقی جونپور کی حکومت کا ایک اہم جز تھا اور فقرائے کاملین کی دارالحکومت جونپور میں بڑی پذیرائی تھی چونکہ ابراہیم شاہ شرقی بڑا فقیر پرور اور علم دوست تھا۔ مجھگواں ضلع بارہ بنکی میں شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی بادشاہ کے لئے باعث فخر اور خیر و برکت تھی جونپور فقرائے کاملین کا مرکز تھا اس لئے بھی حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیائے جونپور سے بڑے خوشگوار تعلقات تھے اور آپ پر بادشاہ کی خاص نظر تھی۔

مخدوم شیخ سارنگؒ بارہ ہزار سواروں کے افسر اعلیٰ تھے اور امور سلطنت میں خاص عمل و دخل تھا۔ فیروز شاہ کے عہد زریں میں حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالفضل سید مخدوم

راجو قتال بخاری کی دہلی میں فیروز شاہ تغلق کے یہاں آمد ہوئی تو آپ کی نیک نیتی اور خوددار صلاحیت کے پیش نظر ان حضرات کی خدمت آپ ہی کے سپرد ہوئی پھر آپ نے کیوں کر درباری اور امیرانہ زندگی کو خیرباد کر کے فقیرانہ زندگی اختیار کی اور تارک الدنیا ہو گئے اس کی تفصیل خزینۃ الاصفیا کے تذکرہ نگار مفتی غلام سرور کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ (فارسی عبارت کا اردو ترجمہ)

جس وقت کہ حضرت سید جلال الدین جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے تو حضرت شیخ سارنگ صاحب درباری امراء میں تھے آپ ہی ان دونو بزرگوں کی خدمت پر مامور ہوئے اور طعام اور دیگر ضروریات کی خدمت بجالاتے تھے۔ ایک روز حضرت شیخ صدرالدین راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ نے ملک شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اگر نماز پنجگانہ کو پابندیٔ اوقات سے ادا کرو تو میں حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کا پس خوردہ یعنی جوٹھا تمہیں کھلاؤں گا چونکہ جذبۂ حقیقی کا وقت آگیا تھا آپ نے بلا کسی چوں و چرا کے منظور کر لیا اور وقت سے نماز پنجگانہ کے پابند ہو گئے اور آپ کو حسب وعدہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا پس خوردہ دیا گیا۔ اس کے چندروز کے بعد حضرت سید راجو قتال نے فرمایا کہ تم نماز چاشت و اشراق کو بھی پابندی سے پڑھا کرو تو میں تمہارے ساتھ ایک ہی برتن میں

کھاؤں گا۔آپ نے اس کو بھی اپنے اوپر لازم کرلیا۔اس کے بعد ایک روز حضرت راجو قتال نے ایک ہی برتن میں کھانا کھایا اور چند لقمے اپنے ہاتھ سے آپ کو کھلائے، بس پھر کیا تھا آپ کی روح نور باطن سے منور ہوگئی حقیقت تو یہ ہے کہ ساری صلاحیت پہلے سے ہی موجود تھی بزرگوں کی دربار میں آمد اور پس خوردہ اور ایک ہی برتن میں کھانا تو بس ایک بہانہ تھا چندروز کے بعد قلب میں ایک وجد اور جذبہ حقیقی پیدا ہوا اور دنیاوی چمک دمک و رونق اور جاہ وحشمت سے طبیعت پھرگئی اور آپ پیر کامل کی تلاش میں نکل پڑے اس کے بعد کے واقعات میں خزینۃ الاولیا میں تذکرہ نگار نے فرمایا ہے، اس کے بعد حضرتؒ مخدوم شیخ سارنگ نے فقر کی خاردار وادی میں قدم رکھا اور چندروز کے بعد حضرت شیخ قوام الدین المعروف حاجی الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

بیعت حضرت شیخ قوام الدینؒ سے تھی اور ترک دنیا کے بعد حضرت مخدوم شیخ صدرالدین راجو قتالؒ اور مخدوم جہانیاںؒ سے خلافت حاصل کی۔

صدرالدین سید راجو کو قتال اس لئے کہتے ہیں کہ کسی میں اتنی قوت برداشت نہیں تھی کہ ان کی نظر کی تاب لاسکے۔ان کی زبان سے جو بات نکل جاتی تھی قطعی ہو کے رہتی تھی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ خود آپ کے صاحبزادے نے ایک بے جرم

کے سر کے بال اور داڑھی کے مونڈ دینے کا حکم دیا۔ اس فریادی غریب نے حضرت کی خدمت میں عرض حال کیا۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکل گیا۔ وہ خود اپنی داڑھی تراشے گا۔ اسی وقت آپ کے صاحبزادے پر ایک حالت طاری ہوئی۔ نائی کو بلایا، اپنے روبرو بٹھایا اور حکم دیا کہ جلدی کرو، میری داڑھی تراش دو۔ نائی ڈرا، آئینہ اور استرہ ان کے سامنے رکھ کر ہاتھ دھونے کے بہانے سے باہر نکل گیا اور کہیں چھپ گیا۔ ان صاحبزادے نے جب دیکھا کہ آئینہ سامنے رکھا ہے استرہ اٹھایا اور داڑھی مونڈ لی۔

بندگی مخدوم سارنگ نے اپنے دور تمول میں بعض اشغال کی تعلیم حضرت راجو قتال سے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں پائی تھی جب کہ حضرت راجو قتال نواہوں کے قضیہ کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔

نواہوں کا قصہ سیر العارفین میں اس طرح لکھا ہے کہ نواہوں نام کا ایک ہندو تھا جو فارسی نویس تھا۔ سلطان فیروز شاہ نے داروغگی کی خدمت پر مامور کر کے شہر اوچ بھیجا تھا۔ انہیں دنوں حضرت مخدوم جہانیاں مرض الموت میں گرفتار تھے۔ نواہوں ان کو دیکھنے ان کی خدمت میں آیا۔ اس کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ حضرت مخدوم کو اللہ صحت بخشے کہ آپ خاتم الاولیاء ہیں جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے۔" مخدوم

جہانیاںؒ نے جب یہ بات سنی تو حضرت راجو قتالؒ کی طرف دیکھ کر فرمایا، سنتے ہو کیا کہتا ہے۔ مخدوم راجو قتالؒ نے عرض کیا سن رہا ہوں۔

نواہوں نے سمجھا مجھے مسلمان ہونے کو کہتے ہیں۔ اسی وقت اوچ سے بھاگ کر سلطان فیروز شاہ کے پاس دہلی چلا آیا۔ اور تمام واقعہ سنایا۔

سلطان فیروز شاہ نے کہا اگر ایسا ہے تو مسلمان ہو جاؤ۔

نواہوں نے کہا میں جان دے دوں گا مگر مسلمان نہ ہوں گا۔

اس واقعہ کے چند دنوں کے بعد مخدوم جہانیاں نے رحلت فرمائی۔ فاتحہ سوم کے بعد حضرت راجو قتال سواری کا انتظام کر کے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب شہر کے قریب پہنچے، سلطان فیروز شاہ کو تشریف آوری کی خبر ملی سمجھا کہ اسی نواہوں کے قضیے کے سلسلے میں تشریف لا رہے ہیں۔ سلطان نواہوں کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ دو تین علماء کو جو شہر میں بہت ممتاز تھے بلایا۔ اور نواہوں کا واقعہ بیان کر کے ان سے دریافت کیا کہ شرعی اعتبار سے اس واقعہ کی کیا حیثیت ہے۔ قاضی عبدالمقتدر کے ایک بیٹے جن کا نام محمد تھا، بہت ذہین تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آپ خود حضرت کے استقبال کے لئے جایئے اور پہلی ملاقات میں حضرت سے پوچھئے کیا آپ اسی کافر کے قضیے میں آئے ہیں۔ جب کہیں ہاں اسی کافر کے قضیے میں آیا ہوں، تو ہم استفسار سے بری ہو جاتے ہیں، بادشاہ چند علماء کو ہمراہ لے کر

استقبال کے لئے گیا۔ پہنچنے کے وقت ہی اس نے پوچھا کیا حضرت مخدوم اس کافر کے قضیے میں آئے ہیں۔ حضرت شیخ راجو قتال نے فرمایا ہاں اسی مسلم کے قضیہ میں آیا ہوں۔ شیخ محمد نے کہا، اب تک اس کے اسلام کا ثبوت شرعی طریقے پر نہیں ملا ہے، اور آپ اسلام کا حکم لگا رہے ہیں۔ آپ نے ان کی طرف تیز نظر کی اور زبان مبارک سے فرمایا: تمہاری باتوں سے دیانت کی بو نہیں آتی، جاؤ! آپ کے کہتے ہی ان کے پیٹ میں سخت درد ہوا، اپنے مکان میں لے جائے گئے۔ قاضی مقتدر دوڑے اور حضرت سے عرض کیا یہی ایک آنکھ ہے اس کو بخش دیجئے۔ آپ نے فرمایا اس کا وقت پورا ہو گیا اور وہ جا چکا البتہ اس کے گھر ولادت ہوگی اور وہ بہت اہل تقویٰ ہوگا۔

اس کے بعد شیخ محمد انتقال کر گئے ان کی اہلیہ امید سے تھیں، جب ولادت ہوئی تو ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام ابوالفتح رکھا گیا یہ اپنے وقت کے درویش کامل ہوئے، ان کا مقبرہ جونپور میں موجود ہے۔

جب فیروز شاہ تغلق کی وفات ہوئی اور دہلی کی سلطنت سلطان محمد کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمود بن سلطان محمد کو ملی تو حضرت شیخ سارنگ پر ایک جذبہ حقیقی وارد ہوا اور دنیا کی امارت وحکومت سے دل برداشتہ ہو کر تمام مال واسباب دنیاوی فقراء ومساکین میں تقسیم کر کے فقر وفاقہ وتوکل الی اللہ میں قدم رکھا۔

فقر و فاقہ اور توکل الی اللہ کی راہ میں قدم رکھنے کے بعد مخدوم شیخ سارنگؒ بہ توکل الی اللہ مع اہل وعیال حرمین شریفین کی زیارت کو جانے والے قافلے کے ہمراہ ہوگئے چونکہ ساری زندگی عیش و عشرت میں اور امیرانہ گزری تھی، اس لئے ننگے پاؤں چلنے پر پیر آبلوں سے بھر گئے اور آپ بے حال ہوگئے اور مجبوراً قافلہ سے دور ہوگئے۔ اور ایک ویران وسنسان جگہ پر رات گزاری۔

آخر تیسرے روز ہاتف غیب کی ندا سے تیسرے پہر رات کو بیدار ہوئے اور اپنے اہل وعیال سے فرمایا کہ سب لوگ اپنی آنکھیں بند کر کے چند قدم میرے پیچھے آئیں چنانچہ اہل وعیال نے یہی کیا کہ قدرت کی نیرنگی دیکھئے کہ جب آپ کے اہل وعیال نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ جو قافلہ تین دن پہلے جا چکا تھا اس کے قریب اپنے آپ کو پایا۔ حضرت شیخ سارنگ حرم مکہ میں وارد ہوئے اور ایک مدت مدید تک حرمین شریفین کی مجاوری کی سعادت حاصل کی اس کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے اور حضرت شیخ یوسف ایرچی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر خرقہ خلافت اور باطنی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے اس درمیان میں کئی بار اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ قوام الدینؒ لکھنوی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ لیکن پیر کے وصال کے وقت ان کی خدمت میں موجود نہ تھے۔

ملفوظات میں یہ بھی درج ہے کہ حج بیت اللہ شریف جاتے وقت آپ کی ایک صاحبزادی اور صاحبزادے مسعود عالم عرف ملک مینا جن کی عمر دس یا گیارہ سال کی تھی ان کو بادشاہ نے اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں اور حضرت کے ملفوظات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت شیخ یوسف ابن احمد ایرچی سے آپ نے حضرت شیخ قطب الدین کا رسالہ مکیہ پڑھا تھا جو تصوف کے حقائق و دقائق اور اسرار و رموز پر مشتمل ہے کہ زمانے کے مشائخ میں اس رسالے کی تدریس کا رواج ہندوستان میں حضرت مخدوم شیخ قوام الدین کی ذات گرامی سے ہوا تھا اس امر میں بھی سب متفق ہیں کہ حضرت شیخ صدرالدین ابوالفضل راجو قتال نے جو خرقہ و دیگر امانت پیران طریقت ملک پنجاب (اوچ) سے حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ کے پاس بھیجے تھے جس کو آپ نے واپس کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں طریقت میں نو مسلم ہوں اور یہ جامہ اولیاء اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ میں اس قابل نہیں ہوں۔ دوسری بار پھر راجو قتال نے قاصد سے تمام امانت ہائے پیران طریقت آپ کے پاس بھیجا اور ارشاد فرمایا تھا کہ یہ جامہ اولیاء اللہ میں اپنی طرف سے نہیں بھیجتا ہوں بلکہ بحکم حضرت پیغمبر خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہ جملہ پیران عجم بھیجتا ہوں تو اس کو آپ نے شیخ حسام الدین سلسلہ سہروردیہ کے ایک

عظیم بزرگ جو اس وقت موجود تھے کی ایماء اور تائید سے قبول کیا اور بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا۔

خرقہ پیران طریقت کے حصول کے بعد حضرت مخدوم شیخ سارنگ بے انتہا غیبی سعادتوں سے مشرف اور کمال روحانیت سے مالا مال ہوئے اور ولایت کی کڑیاں نبوت کے سرچشمہ سے مل گئیں۔ ملفوظات میں ہے کہ بارگاہ نبوی سے یہ ارشاد ہوا کہ تم ہندوستان جا کر جس مقام پر کسی نئی بات کا ظہور ہو وہاں قیام کرنا، چونکہ مخلوق خدا کے ہجوم سے آپ بہت ہی پریشان تھے اس لئے لکھنؤ سے بھی کوچ کیا اور آستانہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری بمقام اجمیر شریف تشریف لائے، دربار خواجہ سے بھی آپ کو یہی حکم صادر ہوا کہ اودھ کے متصل جس جگہ کسی نئی بات کا ظہور ہو وہیں قیام کرنا، اجمیر شریف سے واپسی کے بعد آپ اودھ کے خطہ میں ایسی سرزمین کی تلاش میں رہے اور بوقت عصر آپ ایک جنگل نواح اودھ میں پہونچے درمیان میں کچھ جگہ صاف ستھری نظر آئی آپ نے وہیں مغرب کی اذان دی۔ اس وقت اودھ کے اطراف و جوانب میں اکثر جگہوں پر راج ''بھر'' قابض تھے اس سرزمین کا مالک بھی ایک راج بھر خاندان تھا۔ اذان کی آواز اس جنگل میں سن کر اس نے اپنی قوم اور ملازمین کو حکم دیا کہ ایک ''ملچھ'' (ترک) آیا ہے، اس نے بانگ یعنی اذان دی ہے تم لوگ جا کر اس کا سر کاٹ کر لے

آؤ۔ چنانچہ افواج ''بھر'' نے آکر آپ کو گھیر لیا، آپ اس وقت نماز میں مصروف تھے۔ ایسی تائید غیبی و حکم ربی ہوا کہ افواج ''بھر'' کے پیروں کو زمین نے اور ہاتھوں کو تلوار کے قبضہ نے پکڑ لیا اور سب کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ جب نماز توجہ الی اللہ سے فارغ ہوئے تو ایک کثیر فوج کو اپنے روبرو کھڑا پایا آپ کو حکم نبوی یاد آیا کہ جس مقام پر کسی نئی بات کا ظہور ہو، وہی جگہ تمہاری جائے قیام ہے۔ افواج کے سردار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم کیوں آئے ہو اور تمہارا کیا مقصد ہے۔ آپ کے حکم پر اس کی زبان گویا ہوئی اور وہ بولا میرے مالک نے آپ کا سر کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم پھر اپنا کام کیوں نہیں کرتے، وہ کہنے لگا کہ ہم لوگوں کے پیروں کو زمین نے اور ہاتھوں کو تلواروں کے قبضوں نے پکڑ لیا ہے ورنہ ہم آپ کو کب کا قتل کر چکے ہوتے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ واپس جا کر آپس میں ہی سمجھ لو۔ یہ ارشاد فرماتے ہی زمین نے ان کے پیروں کو اور تلواروں نے ان کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا۔ اور پھر کیا تھا آپ کے زندہ تصرف اور خرقہ ارادت کا ظہور ہوا آپس میں جنگ شروع ہوگئی۔ سخت خونریزی اور قتل عام ہوا اور سب فنا کے گھاٹ اتر گئے، صرف ایک عورت ''بھر'' قوم کی جو حاملہ تھی باقی بچی تھی، جس کی نسل بمقام ''بشارہ'' میں موجود ہے (''بشارہ'' مگواں شریف کے پچھّم میں تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے)

اس غیر متوقع حالات کے بعد آپ نے شکرانے کا سجدہ ادا کیا اور وہیں پر مقیم ہو گئے۔ اس امر کا آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں کے لئے دربار نبوی سے حکم اور حضرت خواجہ غریب نواز کا ارشاد گرامی ہوا تھا۔ آپ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں جو آپ کی آمد کا منشاء تھا۔ مصروف ہو گئے۔ وہی جگہ جھگواں شریف کے نام سے مشہور ہو گئی۔ جھگواں کے معنی بیچ جنگل کے ہیں جو کہ خطہ اودھ اور ضلع بارہ بنکی میں واقع ہے اس کا فاصلہ لکھنؤ سے تقریباً پچاس کلومیٹر ہے۔

مندرجہ بالا واقعہ کے بعد حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ کے تصرف اور کرامات کا چرچا تمام ہندوستان میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ اس کی خبر بادشاہ دہلی اور شاہان جونپور کو بھی پہونچی۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے مسعود عالم عرف ملک مینا مع اپنی بارہ ہزار سپاہ کے آپ کی قدمبوسی کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ بادشاہ دہلی رشتہ میں آپ کا بھانجہ تھا وہ بھی حاضری کی خدمت وسعادت حاصل کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے اجازت نہیں دی۔ (اسی درمیان سید راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب (اوچ) سے اولیاء اللہ کا جامہ بھیجا تھا۔ جس کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے۔)

حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

آپ کی پوری زندگی بلا اختلاف مذہب وملت مخلوق خدا کی خدمت اور اسلام کی تبلیغ واشاعت میں گزری ہے بارہ بنکی اور اس کے اطراف و جوانب میں اسلام کی روشنی آپ ہی نے پھیلائی ہے آپ کے وصال کے وقت میں ملفوظات کی روایت اس طرح ہے۔

مجھگواں شریف میں مستقل سکونت کے بعد آپ کے صاحبزادے سید مسعود عالم عرف ملک میناؒ جو شکار کے بہت ہی شوقین تھے کہیں شکار پر گئے ہوئے تھے۔ سترہ شوال بروز پنجشنبہ رات کو تقریباً نو بجے آپ نے عالم استغراق میں میاں مینا کہہ کر تین بار پکارا اور ہر بار بجائے ملک مینا کے شاہ مینا لکھنوی جو اس وقت وہاں موجود تھے نے عرض کیا کہ غلام مینا حاضر ہے۔ تو حضرت مخدوم شیخ سارنگ نے فرمایا کہ تو ہی مینا ہے اور عرش کا نگینہ ہے اور پھر تین بار یہی الفاظ دہرائے اور حکم صادر ہوا کہ لکھنؤ کی ولایت ہم تم کو دیتے ہیں۔ کھد جائے تو رنج نہ کرنا اور آباد ہو جائے تو خوش نہ ہونا بس راضی بہ رضا رہنا اور ملک مینا اپنے بیٹے کے لئے فرمایا کہ کہہ دینا ''سگوا۔

تیواکھیوبین رہیوگھر دوتین'' اور جو تبرکات بزرگان دین سے اور جو کفنی دربار نبوی سے ملی تھی وہ شاہ مینا لکھنوی کو عنایت کر دیا اور شب پنجشنبہ مورخہ ۱۷ر شوال ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ء بعہد محمود شاہ شرقی جونپوری آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مخدوم شاہ مینا چونکہ اس وقت اکیلے تھے اس لئے گھبراہٹ ہوئی کہ کیسے تجہیز و تکفین ہوگی۔ جنازہ کو کیسے تنہا چھوڑا جائے۔ ہر طرف جنگل ہی جنگل تھا۔ جنگلی جانوروں کا خیال کہ نعش کو گزند نہ پہونچائیں اور اگر میں نہیں جاتا ہوں تو تجہیز و تکفین کیسے ہوگی اس حالت کے پیش نظر حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ نے سر سے چادر سرکا کر فرمایا کہ ''اے شیخ مینا فکر نہ کند خدائے تعالیٰ کفایت خواہد کرد۔'' مخدوم شیخ میناؒ پر یہ سن کر غشی طاری ہوگئی اور پھر کچھ ہی دیر بعد مغرب کی جانب سے ایک لشکر نقاب پوش بمع کل سامان تجہیز و تکفین آموجود ہوا اور جسد اطہر کو سپرد خاک کر کے نظر سے غائب ہوگیا۔ جب حضرت شاہ میناؒ کو غشی سے افاقہ ہوا تو ایک سوار کو دیکھا کہ موجود ہے اور سب کام پایہ تکمیل کو پہونچ چکا ہے۔ آپ نے اس سوار سے دریافت کیا کہ حضرات کون تھے۔ ان حضرت نے جواب دیا کہ ہم لوگ شہیدان کربلا اور مردان غیب سے ہیں اور بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آئے تھے تاکہ مردان خدا کا کام انجام دیں تیسرے دن

آپ کے صاحبزادے سید مسعود عالم عرف ملک مینا تشریف لائے، تو حقیقت سے آگاہ ہوئے۔ سب تبرکات حضرت شاہ مینا لکھنوی نے آپ کے روبرو پیش کیۓ آپ نے فرمایا کہ یہ تمام چیزیں آپ کو مبارک ہوں میرے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے اور گاؤں سے نکل کر تھوڑے فاصلے پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے تمام زندگی وہیں بیٹھ کر تبلیغ واشاعت اور رشد و ہدایت کا چشمہ جاری کیا۔ حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ کے دو خلیفہ تھے۔ ایک حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی اور دوسرے مخدوم شیخ حسام الدین صوفی فتح پوری۔

حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ سے متعلق تمام حوالے اخبار الاخیار، خزینۃ الاصفیاء، نزہۃ الخواطر، معراج الولایت اور خاندانی ملفوظات سے ماخوذ ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی

شیخ سعد قدوائی خیرآبادی خلیفہ وسجادہ حضرت شاہ مینا لکھنوی اپنے عہد کے مشہور صوفی عالم اور مصنف تھے۔ آپ کی وفات ۱۶؍ربیع الاول ۹۲۲ھ مطابق ۱۵۱۶ء میں بعمر ۱۰۸ سال ہوئی۔ شیخ سعدؒ کے عقیدت مندوں میں امیر، غریب، عالم، عامی، مسلم وغیر مسلم غرض کہ ہر طبقہ وفرقہ کے افراد شامل تھے۔

آپ کے جد اعلیٰ قاضی قدوہ روم سے ہندوستان آئے تھے۔ بادشاہ وقت نے اودھ کا ایک علاقہ جاگیر میں دے دیا تھا اور اسی شہر میں ان کا مدفن بھی ہے ان کے ہمراہ کثیر جماعت آئی تھی جس میں علماء بھی تھے بلکہ دایہ اور غلام بھی دانشمند بھی تھے۔

مشہور ہے کہ ایک دانشمند ایک مسئلہ میں بہت غلطاں وپیچاں تھے، کسی دانشمند سے وہ مسئلہ حل نہ ہو رہا تھا وہ قاضی قدوہ کے دروازے پر آئے قاضی صاحب زنان خانے میں تھے۔ ایک ماما دروازے پر جھاڑو دے رہی تھی۔

دانشمند نے کہا قاضی صاحب کو خبر کردو۔ کنیز نے پوچھا کیا کام ہے؟ دانشمند نے کہا تو کیا جانتی ہے جا! اور قاضی صاحب کو خبر کر۔ جب کنیزک اور دانشمند کے درمیان دو ایک گفتگو ہوئیں تو دانشمند نے اپنا مقصود بیان کردیا۔ اس نے فوراً مسئلہ کا جواب دیا اور کہا یہ قاضی صاحب سے پوچھنے کی کون سی چیز ہے؟ میں آپ کے جواب کے لئے کافی ہوں۔ دانشمند کو انتہائی حیرت ہوئی اور وہ اپنے مکان لوٹ گئے۔

ہندوستان میں قاضی قدوہ کی اولادیں بہت ہوئیں اور اب بھی موجود ہیں۔

اولادوں کی تفصیل اس طرح ہے، قاضی قدوہ کے تین بیٹے تھے قاضی موفق، جو قصبہ اونام میں متوطن ہوئے۔ قاضی اعزالدین رسولی میں مقیم ہوئے قاضی نظام الدین نے سرسند میں بودوباش اختیار کی۔

قاضی موفق کے چار لڑکے ہوئے۔ قاضی علاء الدین، قاضی نصیرالدین، قاضی تاج الدین، قاضی زین الدین، حضرت سعد خیرآبادی قاضی موفق کی اولاد میں ہیں۔ شیخ سعد خیرآبادی بن قاضی بدھن بن شیخ محمد بن مسعود بن زین العابدین بن موفق بن قدوہ بن داؤدشاہ بن مبارک شاہ بن علامبرک شاہ بن عمرشاہ بن مزدشاہ بن سلیمان شاہ بن یہودہ شاہ بن یعقوب پیغمبر علیہ السلام۔

مخدوم شیخ سعد خیر آبادی بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل تھا بلکہ پایہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے تصانیف بہت ہیں۔ ازاں جملہ شرح حواشی کافیہ، شرح حواشی مصباح، شرح اشعار لباب الاعراب جس کا نام تحفۃ المحمودیہ ہے۔ یہ کتاب اپنے بھتیجے شیخ محمود کے لئے لکھی تھی۔ یہی صاحبزادے بعد میں آپ کے جانشین ہوئے۔

بندگی مخدوم شیخ سارنگ کی تلقین جس طرح حضرت یوسف ایرچی سے ہوئی ہے۔ بندگی شیخ قوام الدین سے بھی ہوئی ہے۔ لیکن شیخ یوسف ایرچی سے ترک اشغال دنیاوی کے بعد ہوئی ہے اور بندگی شیخ قوام الدین سے مشاغل دینوی کے زمانے میں جیسا کہ ان کے ذکر میں آچکا ہے۔ نیز خود حضرت شیخ سعدؒ نے اپنے رسالہ شرح رسالہ مکیہ میں اپنی تلقین کا ذکر کیا ہے۔

جب حضرت پیر دستگیر (مخدوم شاہ میناؒ نے میری تلقین کا ارادہ کیا صوم روزہ کی شرائط مذکورہ (در کتب) کی پوری تعلیم دی، پھر نماز عشاء کے بعد غسل کر کے حاضری کا حکم دیا۔ خود قبلہ کی طرف پشت کی اور مجھ کو قبلہ رو بٹھایا۔ تھوڑی خوشبو بھی منگوائی اس فقیر کو دی اور خود بھی محاسن شریف میں لگائی اور مسند تلقین اکابراً عن اکابر پڑھ کر سنائی۔

حضرت مخدوم شیخ سعد کو بیعت و خلافت پیر دستگیر مخدوم شاہ مینا قدس

سرہٗ سے تھی۔ پیر دستگیر شاہ مینا قدس سرہٗ کی پیروی قولاً وفعلاً ہر حال میں کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ صدق و اخلاص کے ساتھ جس شخص کو پیر کا اتباع حاصل ہے۔ تو سمجھ لو کہ ان کو دونوں جہاں کی دولت حاصل ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز حضرت شیخ سعدؒ کہیں جانے کے لئے اپنی خانقاہ سے اٹھے، جوتا موجود نہ تھا ایک شخص نے اپنا ''پاافراز'' (اونچی ایڑی کا جوتا) پیش کیا۔ کچھ دور چلے پھر یہ کہہ کر اتار دیا کہ خلاف سنت ہے۔ ہمارے پیر نے کبھی پاافراز جوتا نہیں پہنا ہے۔

اس عالم ظاہری میں حضرت شیخ سعدؒ کے استاد ملک العلماء بدر الصلحاء قاضی مسیح بن شیخ مرتضیٰ تھے۔ یہ استاد الائمہ منتخب بن علاء کے بھتیجے تھے۔ شیخ سعدؒ پچاس برس تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اس کے بعد اپنے وطن اُونام کو چھوڑ کر لکھنؤ آئے۔ بیس برس اپنے پیر مخدوم شاہ میناؒ کی خدمت میں رہے اپنے پیر دستگیر کے وصال کے بعد بھی چھ برس لکھنؤ میں رہے اس کے بعد خواب میں بشارت ہوئی کہ تم خیر آباد میں جا کر اقامت گزیں ہو جاؤ۔ اس کے بعد خیر آباد میں آکر اپنا مسکن بنایا۔ بتیس برس تک بقید حیات رہے۔ اس اثناء میں ایک عالَم کو علم کی ظاہری و باطنی دین و دنیاوی سے مرتبہ کمال پر پہنچاتے رہے۔ جس طالب علم نے ایک سبق بھی پڑھ لیا، آخر ایک روز عالِم ہو کر رہا کہتے ہیں کہ حضرت شیخ سعدؒ کی زبان ماذون حکمت ہو گئی تھی۔ جو

بات بھی زبان مبارک سے نکلتی تھی یقینی ہو کے رہتی تھی۔

حضرت مخدوم شیخ سعدؒ حضرت پیر دستگیر مخدوم شاہ مینا کے وصال کے بعد چند برس اور لکھنؤ میں مقیم رہے۔

نقل ہے کہ ایک مجلس میں حضرت شیخ سعد قدس سرہ نے فوائد پیر لکھنے کے بارے میں ذکر فرمایا کہ میں نے رسالہ مکیہ مصنفہ شیخ الاسلام شیخ قطب الدین دمشقی کی شرح لکھنا شروع کی تا کہ اس میں اپنے پیر دستگیر کے فوائد بھی لکھوں اس کام کی وجہ سے چند روز پیر دستگیر قطب العالم کی زیارت کو جانے کا موقع نہ مل سکا ایک رات خواب میں جمال جہاں آراء اپنے پیر دستگیر کو دیکھا جیسے کہ حالت حیات میں روز بیٹھتے تھے، مجھ فقیر کو دیکھتے ہی لطف وکرم فرمایا اور زبان گوہر سے دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ چند روز مجھے دیکھنے نہیں آئے، مجھے یہ سن کر خوف معلوم ہوا کہ یکا یک میری زبان سے نکلا کہ رسالہ مکیہ کی شرح کی تصنیف میں مشغول رہا تا کہ جو فوائد آپ سے سنے ہیں ان کو بھی بطریق ملفوظ قلمبند کروں۔ مجھ سے یہ کلمات سن کر نہایت خوش ہوئے اور دلی خواہش کا مسکراہٹ سے اظہار فرمایا اور سرہانے سے ایک نسخہ عوارف نکال کر مجھ فقیر کو دیا اور فرمایا اس کو دیکھو اور دیباچہ پڑھو۔ چنانچہ میں نے دیکھا اور دیکھ کر عرض کیا یہ دیباچہ رسالہ مکیہ کے دیباچہ سے بعض بعض جگہ قربت رکھتا ہے فرمایا ہاں جو تم کہتے ہو صحیح ہے۔

قطب العالم (شاہ میناؒ) نے با آواز بلند فرمایا کہ شیخ الاسلام مخدوم شیخ نظام الحق والدین قدس سرہ بحوالہ تقریر قطب العالم شیخ قطب الحق راحت القلوب میں لکھا ہے کہ بہت ہی خوش نصیب ہے وہ مرید جو پیر کی زبان سے جو کچھ سنے نہایت غور و خوض سے سن کر لکھ لے۔

جیسا کہ آثار اولیاء میں لکھا ہے کہ جو مرید اپنے پیر کے اقوال سن کر لکھ لے تو ہر حرف کے بدلے عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور مرنے کے بعد اس کا مقام علیین ہوگا۔

اُس زمانے میں اکابر علماء اور منادیم لکھنؤ میں بہت تھے۔ اس حد تک کہ اگر کوئی دعوت کرنی چاہے تو بیس طشت کھانے کا انتظام کرے۔

ایک مرتبہ کسی نے دعوت کی۔ اکابر کی ایک بڑی جماعت مجتمع ہوگئی ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور شیخ سعد کا نام لے کر کہا یہ ایک بیرونی آدمی ہیں ہمارے شہر میں آکر صدر نشین بن گئے ہیں آج کوئی بھی ان کو صدر میں بیٹھنے کی جگہ نہ دے۔ جب حضرت شیخ سعدؒ مجلس میں تشریف لائے ان لوگوں کے بھید سے واقف ہوگئے اور پائیں مجلس میں بیٹھ گئے ابھی کھانے کا دسترخوان نہ چنا تھا کہ خبر ہوئی سعید خاں لودی کہ جو سلطان لودی کے امراء میں تھے اور دس ہزار سوار اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے قصبہ رنبیر پور جو ایک مشہور قصبہ ہے۔ وہاں سے حضرت شیخ سعدؒ کی ملاقات کے

لئے لکھنؤ آئے تھے۔ حضرت سے ملاقات نہ ہوئی تو اسی راہ اس مجلس میں آکر مخدوم شیخ سعدؒ کے قدمبوس ہوئے اور آپ کے قریب ادب سے بیٹھ گئے۔ لشکریوں نے وہ ہجوم کیا کہ کسی اکابر کو اپنی جگہ پر رہنے کی گنجائش نہیں رہی۔ ان کی جگہ پر لشکریوں نے قبضہ کرلیا کتنے اکابر کی دستار تک گم ہوگئی جو لوگوں کے قدموں سے روندی گئی۔ اس کے بعد کھانا کھا کر مخلوق اپنی اپنی جگہ پر روانہ ہوگئی۔ تمام اکابر آپ کی کرامت کے قائل ہوگئے اور اپنے کردار و خیال سے توبہ کی اور سخت شرمندہ ہوئے۔

اس کے بعد حضرت مخدوم شیخ سعد کو خیال ہوا کہ اس شہر کے بسنے والے حاسد ہیں یہاں رہنا اچھا نہیں ہے۔ اسی زمانے میں پیر دستگیر کا اشارہ بھی ہوا کہ خیرآباد میں سکونت اختیار کرو جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

منقول ہے کہ شیخ قوام الدینؒ کا مقام جو حضرت پیر دستگیر شاہ میناؒ کو ملا تھا وہ آپ نے شیخ سعد کو عطا فرمادیا تھا۔ جب حضرت مخدوم شیخ سعدؒ خیرآباد کی طرف متوجہ ہوئے تو اس محلّہ اور خانقاہ کو برادر زادہ شیخ نصیر الدین کو عنایت فرمادیا۔ شیخ نصیر الدین کے بعد ان کے فرزندوں نے اس آراضی کو جو اس محلّہ میں خانقاہ قوام الدین سے متعلق تھی بیچ کر کھا گئے اس محلے اور ان آراضیات پر دوسرے لوگ قابض ہوئے کہ اب تک قابض ہیں بجز حضرت قوام الدینؒ کے روضہ کے کوئی جگہ باقی نہیں رہی ہے۔

مخدوم شیخ سعدؒ نے اس خانقاہ کے علاوہ ایک دوسری خانقاہ لکھنؤ میں دریا کے کنارے اور اسی کے قریب ایک سرائے بھی بنوائی اگرچہ اب خانقاہ باقی نہ رہی لیکن سرائے کی تھوڑی آبادی ابھی باقی ہے اس محلہ کے باشندوں میں بعض صنعت کار ہیں فی الحال وہ سرائے آپ کے نام سے مشہور ہے خانقاہ اور آستانہ حضرت مخدوم شاہ مینا جو فی الحال موجود ہے وہ حضرت شیخ سعدؒ کا تعمیر کیا ہوا ہے اور ایک خانقاہ ناگر مئو میں بنائی تھی جو اپنے بھتیجے شیخ ابراہیم کو عنایت فرمائی۔

حضرت شیخ سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمت خدا کی اس شخص پر جو دوست کا متبع ہو کر اس کی رضا جوئی بجالانے میں اپنی عمر عزیز صرف کرے اور نیک مقام پر پہونچے۔ چنانچہ فقیر حقیر سعد نے متابعت پیر دستگیر قطب العالم شیخ مینا قدس سرہ حتی الوسع قولاً و قدماً اپنے پیر کی محبت میں عمر بسر کی، امید کہ بطفیل اس محبت و الفت کے جو کہ میں اپنے پیر سے رکھتا ہوں، کل بروز قیامت مجھ کو جل علا کے سامنے شرمندگی نہ ہوگی۔

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیبان

اور یہ خاکسار گنہگار نفس کا راندہ ہوا اگرچہ شایاں مقام پیران نہ تھا لیکن پیر دستگیر نے جامعہ خلافت سے میرے جسم کو چھپایا۔ بطفیل پیر دستگیر ہزاروں بار لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کا امیدوار ہوں ہمیشہ یہی کہوں گا۔

حضرت شیخ سعد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ایکسو آٹھ سال کی عمر میں ۱۶ ربیع الاول ۹۲۲ھ میں ہوا۔

تحفۃ السعداء میں مخدوم شاہ مینا کا بیان پیدائش اس طرح تحریر فرمایا ہے

مخدوم شیخ محمد قطب المشہور شیخ مینا لکھنوی

قدس اللہ سرہٗ

جن کا قول یہ ہے کہ خراب دل سے اگر ایمان بھی صادر ہو کفر ہے اور اگر آباد دل سے کفر صادر ہو تمام تر ایمان ہے۔

منقول ہے کہ شیخ مینا حضرت قوام الدین کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے مخدوم قوام الدین نے ایک روز اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میرے بعد برادرم قطب الدین کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا۔ اور میرا اپسری خاندان اسی سے جاری و روشن ہوگا۔ تم اس کو دودھ پلاؤ گی اور میری خانقاہ اس کے حوالہ کر دوگی۔ بی بی صاحبہ نے کہا مدت ہوئی میرا دودھ خشک ہو گیا۔ حضرت قوام الدینؒ نے فرمایا تم کو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں ایک ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ شاہ میناؒ پیدا ہوئے بی بی صاحبہ کو قوام الدین کی وصیت

یاد آئی گود میں لے کر سینے سے قریب کیا۔ دودھ اس طرح رواں ہوا کہ تمام دیکھنے والیاں حیران تھیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ چالیس سال کے بعد یہ دودھ پیدا ہوا تھا۔

منقول ہے بی بی صاحبہ فرماتی ہیں کہ جس وقت میں بے وضو ہوتی تھی میاں مینا دودھ نہیں پیتے تھے۔ اور تمام مدت شیر خوارگی میں یہی حال رہا۔

بی بی صاحبہ یہ بھی فرماتی ہیں کہ جب تین سال کے ہوئے تو جو پرندہ گوریا وغیرہ کی قسم سے ان کے سامنے گزر رہا ہوتا اس کو بلاتے فوراً چلا آتا اور ان کے سامنے بیٹھ جاتا۔ جب تک اس کو جانے کو نہیں کہتے نہیں جاتا تھا۔ جب چار سال چار مہینے کے ہوئے۔ ان کو مکتب میں بٹھایا گیا۔ معلّم کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ ولی اللہ ہیں، اس سبب سے ان کی تعلیم سے فکر مند نہیں رہتے تھے۔ دوسرے لڑکے پڑھتے تھے اور یہ مشغول رہا کرتے تھے۔ جب فرصت کا وقت ہوتا اور لڑکے استاد کے پاس پہنچ کر یکبارگی سلام کر کے روانہ ہوتے۔ دعا اور سلام کی آواز پر شاہ مینا حاضر ہوتے اور معلّم کو سلام کر کے رخصت ہوتے۔

جب آپ کی عمر دس سال کی ہوئی بندگی مخدوم راجو قتال کے ایک خادم لکھنؤ آئے ہوئے تھے معرفت میں کمال نسبت حاصل تھی۔ انہوں نے شاہ مینا کو بعض اشغال کی تعلیم دی۔ جب بارہ سال کے ہوئے قطب وقت

ہوئے۔

ان کی قطبیت کا اعلان حضرت شاہ مدار کے واسطہ سے ہوا اور یہ واقعہ اس طرح ہے کہ قاضی شہاب الدین ساکن مقام چپلائی جو دریاباد کا ایک دیہات ہے۔ بعض قاضی شہاب الدین کی جگہ قاضی محمود کنتوری کا نام لیتے ہیں جو شاہ مدار کے مرید تھے۔ اور شہاب الدین آتش پر کالہ سے مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ اپنے پیر سے ملنے جارہے تھے راستے میں جب لکھنؤ پہنچے اکثر مخلوق اپنی حاجات کے سلسلے میں ان کی خدمت میں آئی۔ قاضی شہاب نے کہا میں اپنے پیر کی ملاقات کو جارہا ہوں تم میں سے ہر ایک کی حاجت کو لکھ کر ان کے سامنے پیش کروں گا تاکہ جو جواب آئے ویسا ہی کیا جائے۔ قاضی شہاب حضرت شاہ مدار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند روز ٹھہرے پھر رخصت کے وقت ہر ایک کی حاجت کو جو کاغذ پر لکھی تھی پیش کی، حضرت شاہ مدار نے فرمایا کہ قاضی شہاب تم کو معلوم نہیں کہ ولایت شیخ مینا کے حوالہ ہوئی ہے ان لوگوں سے کہو کہ شیخ مینا سے رجوع کریں قاضی شہاب نے کہا شیخ مینا کون ہیں حضرت شاہ مدار نے فرمایا کہ تمہاری آنکھوں پر مرغ کی چربی چڑھ گئی ہے۔ کیوں کہ قاضی شہاب کے پاس نذور وفتوح میں مرغ بہت آیا کرتے تھے۔ پھر حضرت شاہ مدار نے بتایا کہ یہ ایک کم عمر بچہ ہے۔ جس کی عمر بارہ سال ہے اور ان کا حلیہ بھی بتایا اور یہ فرمایا کہ یہ قطب ہیں اور

تم کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ولایت ان کے حوالہ ہے لیکن وہاں کے لوگو
کو معلوم نہیں ہے۔ تم جاؤ اور تمام لوگوں کو خبر کردو کہ لوگ اپنی حاجتیں ان
کے سامنے پیش کریں۔ تم بھی ان سے جاکر ملاقات کرو اور میرا دعا وسلام
پہنچاؤ اور ایک مصلیٰ دیا کہ میری طرف سے شاہ مینا کو نذر پیش کرو حضرت شا
مدار کا نام بدیع الدین ہے اور مدار لقب ہے۔

جب قاضی شہاب الدین لکھنؤ واپس آئے حاجتمند جمع ہوئے قاضی
شہاب الدین نے کہا کہ میرے پیر نے فرمایا ہے کہ وہ ولایت شیخ مینا کے
سپرد ہوئی ہے وہ قطب ہیں تم لوگ ان کے پاس اپنے مہمات میں جا
کرو۔ اس وقت قاضی شہاب الدین تمام حاجتمندوں کے ساتھ مخدوم مینا
کی خدمت میں حاضر ہوئے ملاقات کی اور دعا وسلام کے بعد مصلیٰ پیش کر
اور حاجتمندوں کے لئے سفارش کی اور مؤدب بیٹھ گئے۔ ایک حاجتمند فور
کھڑا ہوکر عرض کرنے لگا میرے پیر بیمار ہیں۔ پیر دستگیر نے دوات وقلم
طلب کیا اور ہر حاجتمند کو دعا تعویذ وغیرہ دینے لگے۔ ایک حاجتمند جس نے
پیر کی علالت کے متعلق عرض کیا تھا، اسی طرح کھڑا رہا۔ بندگی مخدوم نے سر
جھکایا پھر بہت دیر کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا بابا جاؤ صبر کرو ہر چنداں کہ شف
میں نے درگاہ حق سے چاہی مگر حکم ملا کہ ان کی عمر اسی قدر تھی۔

اب آپ کا کام روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ اس کے بعد آپ مخدوم شاد

سارنگؒ کی خدمت میں گئے اور مرید ہوئے اور سالہا سال ان کی خدمت کرتے رہے بندگی مخدوم شاہ سارنگ نے مخدوم شیخ مینا کو اجازت وخلافت عطا فرمائی کہ آپ اپنے مقام پر جاؤ اور یاد حق میں مشغول ہو۔ منقول ہے کہ (شیخ مینا) کے والد کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ احمد اور شیخ محمد المعروف بہ شیخ مینا، شیخ مینا محصور رہے۔ محصور اس کو کہتے ہیں جو قدرت کے باوجود عورت کے قریب نہ جائے تا کہ نفس شہوات سے محفوظ رہے۔ شیخ احمد کے دولڑکے ہوئے، ایک شیخ قطب الدین دوسرے شیخ فرید، شیخ قطب الدین کو (شیخ مینا) نے اپنا متبنیٰ بنالیا تھا۔ آخر میں انہی کو انہوں نے اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا۔

بزرگان بیان کرتے ہیں کہ شیخ مینا کی عادت تھی کہ نیند سے بیدار ہوتے ہی تیمّم کرتے تھے پھر وضو کے لئے مستعد ہوتے۔ فرماتے تھے کہ آدم کی اصل خلقت مٹی اور پانی ہے۔ انہی دونوں سے آگ بجھتی ہے۔ کل قیامت میں بھی بڑی امید ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آخرت کی آگ کو بھی ان دونوں کی وجہ سے بجھادے گا۔

مخدوم شیخ مینا کو اگر چہ ہر وقت وضو ہوتا تھا مگر ہر ایک دو گھنٹے کے بعد اٹھتے وضو کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے تازہ وضو قساوت ظاہری اور تاریکی قلب کو دور کرتا ہے اور ایک تازہ نور دل میں پیدا کرتا ہے

کہ شیطان جب اس کو دیکھتا ہے کڑھتا ہے۔ جب تک یہ پانی برتن میں رہتا ہے وضو کا ثواب اس شخص کے نام لکھا جاتا ہے۔

مخدوم شیخ سعد فرماتے ہیں کہ بیس سال تک میں شیخ مینا کی خدمت میں رہا۔ لیکن کبھی میں نے آپ کو پاؤں کھڑا کر کے یا پاؤں پھیلا کے بیٹھے نہ دیکھا۔ ہمیشہ قبلہ رخ نماز کے ارادے میں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی چیز اپنے لئے طلب کر کے کھائی ہو یا اپنے لئے کوئی فرمائش کی ہو۔ یا اپنی خواہش اور پسند سے کوئی کپڑا اپنے لئے سلوایا ہو یا یہ کہا ہو کہ یہ کپڑا اچھا نہیں ہے یا درزی پر خفا ہوں کہ یہ کپڑا ایسا کیوں سیا۔ یا یہ کپڑا ایسا کیوں کر دیا۔ فرماتے تھے صوفی ہوائے نفس سے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ کپڑا پہنتا ہے۔ حاشا کلا ایسا شخص صوفی نہیں ہے۔ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رہزن ہے کبھی اپنا جوتا قبلہ کی طرف نہ رکھتے تھے نہ اتارتے تھے۔

منقول ہے کہ شیخ مینا نے اربعینات بہت کی ہیں، لیکن ان کی شہرت نہ تھی صائم اور مشغول رہا کرتے تھے۔ لوگوں سے ملنے کے لئے باہر آتے تھے۔ خانقاہ میں تھوڑی دیر ٹھہرتے اور پھر حجرہ میں چلے جاتے اور مشغول رہتے۔ بعض اوقات انتیس روز گزرنے کے بعد اچانک کوئی عزیز یا معتقد آپ کا جوٹھا یا بی طلب کرتا۔ چوں کہ پوشیدگی کا لحاظ رہتا تھا اس لئے نہیں

کہتے تھے کہ میں روزہ دار ہوں۔ جو اس کی خوشی ہوتی وہی کر دیتے تھے۔ پھر نئے سرے سے اربعین کی نیت کرتے۔ اس قہر نفس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اربعین کی تکمیل سے نفس مغرور نہ ہو اور ایک مسلمان بھائی کی دل شکنی بھی نہ ہو۔

حضرت سعد خیر آبادی فرماتے ہیں کہ پیر دستگیر کے عرس میں جو میں اس قدر طعام داری کرتا ہوں یہ مخلوق کے لئے کرتا ہوں ورنہ مجھ کو پیر دستگیر سے شرم آتی ہے کہ کبھی بھی پیر دستگیر نے بلا ناغہ کھانا نہیں کھایا۔

ہر کہ خواہد دیدہ را بینا کند
سرمۂ خاک در مینا کند

حضرت مخدوم شاہ مینا شاہ

رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی

حضرت شاہ میناؒ واقف رموز ربانی ہیں۔

خاندانی حالات: آپ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ کی نسل پاک سے ہیں۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام شیخ قطب ہے۔

ولادت باسعادت: آپ شہر لکھنؤ میں ۸۰۰ھ مطابق ۱۳۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ قصبہ بجنور ضلع لکھنؤ کی رہنے والی تھیں۔

نام نامی: آپ کا نام شیخ محمد ہے۔

لقب: آپ کو "شاہ مینا" اور قطب العالم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

پرورش: آپ نے بی بی خاصہ عارفہ زوجہ شیخ قوام الدین عباسیؒ المعروف (حاجی الحرمینؒ) کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔

تعلیم وتربیت: آپ کو ظاہری تعلیم قاضی فریدون مرید شیخ قوام الدینؒ المعروف (حاجی الحرمین) صاحب نے دی۔

بیعت وخلافت :- بعد تحصیل علوم ظاہری جذبہ الٰہی نے آپ کو علم باطن کے حصول کی طرف متوجہ کیا آپ حضرت شیخ سارنگؒ (مجھگواں شریف) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے اور تربیت پاتے رہے۔ بعدہٗ آپ شیخ سارنگؒ سے بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

وصال:- آپ کا ۲۳ صفر المظفر ۸۸۴ھ مطابق ۱۴۷۹ء کو وصال ہوا۔ مزار پرانوار شہر لکھنؤ میں میڈیکل کالج کے نزدیک فیوض وبرکات کا سرچشمہ ہے۔

خلفاء وجانشین:- دو حضرات کو آپ کی خلافت وجانشینی کا شرف حاصل ہوا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شیخ سعد الدین بڈھنؒ خیرآبادی، اور برادرزادہ شیخ قطب الدین جو کہ صاحب سجادہ بھی تھے۔

بیان پیدائش قطب العالم شاہ مینا قدس سرہٗ

قطب العالم شیخ مینا قدس سرہٗ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسل پاک سے ہیں۔ آپ کے والد شیخ قطب دہلی سے جونپور تشریف لائے اور کچھ دنوں قیام کے بعد قصبہ دلمو تشریف لے گئے بسبب گردش زمانہ وہاں بھی قیام نہ رہا اور لکھنؤ میں رئیس العارفین قدوۃ السالکین حضرت قوام الدین قدس سرہ کی خدمت میں تشریف لائے جو کہ بہت مہربانی سے پیش آئے اور اس قدر ربط بڑھا کہ نماز کی صف میں، دونوں حضرات کے درمیان کسی کو مجال کھڑے ہونے کی نہ تھی۔ جب نسبت اور اخلاص بیحد ہوا تو رئیس العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ قطب کو نکاح کے لئے آمادہ کیا اور فرمایا کہ آپ کی پشت میں ایک لڑکا دیکھتا ہوں، لوگ مجھ کو اس کے ساتھ نسبت کریں گے اور نام چشت کا اس سے تازہ ہوگا۔ اس کا زمانہ ظہور قریب ہے جس کی تعریف میں رئیس العارفین کرتا ہوں نام نامی اسم گرامی

اس کا شیخ مینا چشتی ہے۔

روایت ہے کہ رئیس العارفین کے ایک صاحبزادے تھے جن کا اسم مبارک شیخ نظام الدین تھا ان کو سلطان محمد بن فیروز شاہ نے ایک عہدہ پر مامور فرما کر طبل وعلم سے سرفراز کیا تھا وہ ناگاہ ایک روز گھوڑے پر سوار معہ طبل وعلم رئیس العارفین کی صحن خانقاہ میں آگئے۔ رئیس العارفین نے انہیں دیکھ کر فرمایا اے نالائق قوام الدین کا فرش اور یہ گھوڑا۔ ویسے ہی وہ صاحبزادے ایک دن شکار پر گئے اور گھوڑے سے گر کر فوت ہو گئے جب یہ خبر حضرت بی بی خاصہ عارفہ زوجہ رئیس العارفین نے سنی اور سنا کہ رئیس العارفین نے خود بددعا دی تھی تو غصہ ہو کر گھر سے باہر تشریف لائیں اور فرمایا کہ اے سانپ تو نے میرے بیٹے کو ڈس لیا رئیس العارفین نے جواب دیا کہ تیر نشانہ پر لگ چکا اب کوئی علاج نہ رہا۔ انشاء اللہ حضرت شیخ قطب سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کہ ہمارے لئے کافی ہے وہی ہمارا لڑکا ہے۔

روایت ہے کہ رئیس العارفین نے اپنی زوجہ بی بی خاصہ عارفہ سے فرمایا کہ جب شیخ قطب کا لڑکا پیدا ہو تو تم اس کو اپنا دودھ پلانا اور پوری طور سے اس کی پرورش کرنا۔ آخرکار شیخ قوام الدینؒ (حاجی الحرمینؒ) کے وصال کے چالیس دن بعد قطب العالم شیخ مینا پیدا ہوئے۔ حضرت بی بی خاصہ عارفہ نے آپ کی پرورش فرمائی اور اپنے پستان مبارک ان کے منھ

میں دیا۔ گوکہ بی بی خاصہ عارفہ کا دودھ تقریباً چالیس سال سے خشک تھا مگر رئیس العارفین کے حکم کی برکت سے حضرت بی بی خاصہ عارفہ کے دودھ پیدا ہوگیا وہ اکثر قطب العالم (شاہ میناؒ) کو اپنا دودھ پلاتی تھیں۔ اور تربیت ظاہری و باطنی فرماتی تھیں۔ تہجد کے وقت فرماتی تھیں کہ چھوٹے بچے کو بیدار کرو تاکہ صبح کے اٹھنے کی عادت ہو جائے۔

حضرت بی بی خاصہ عارفہ صبح اٹھنے میں اس قدر پابند و مستعد تھیں کہ ان پر حضرت شیخ قوام الدینؒ کو بھی سبقت نہیں دی جا سکتی۔ حضرت بی بی خاصہ عارفہ کے پاس جو کچھ از قسم مکان و کتابیں وغیرہ تھا وہ سب قطب العالم (شاہ مینا) کی ملکیت میں دے دیا اور جب شاہ میناؒ زمانہ طفولیت میں پہونچے تو حضرت قاضی فریدون جو کہ رئیس العارفین کے مریدوں میں تھے بغرض تربیت شیخ مینا کو ان کی سپردگی میں دے دیا۔

بیان توبہ قاضی فریدون

قاضی فریدون ہمیشہ سے شراب نوشی کرتے تھے اپنی عمر کا بیشتر حصہ اسی شغل میں صرف کر چکے تھے۔ اس شراب نوشی میں اس قدر مبتلا تھے کہ جو کچھ پیدا کرتے وہ شراب خانہ میں صرف کر دیتے اور گھر میں فاقہ ہو جاتا تھا۔ ایک روز شیخ قوام الدین کی نظر کیمیاء اثر ان پر پڑی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اے فریدون ایک ہفتہ خوب دل بھر کر شراب پی لے تاکہ پھر کوئی ارمان دل میں باقی نہ رہے اس کے بعد میرے پاس آنا۔ قاضی فریدون نے حسب الارشاد تعمیل کی اور ایک ہفتہ بعد غسل کر کے شیخ قوام الدین کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے آپ عاصیوں کو راہ دکھلانے والے تھے اس لئے آپ نے قاضی فریدون کی تربیت فرمائی اور واصل بحق کر دیا اور فرمایا کہ جب شیخ قطب کے یہاں لڑکا پیدا ہو تو تم اس کو تربیت دینا۔ چنانچہ بموجب حکم شیخ قوام الدین قاضی فریدون نے قطب العالم (شاہ میناؒ) کو تربیت دی اور تعلیم علم دی۔ زمانۂ تعلیم میں شیخ میناؒ کافیہ تک پہونچے تھے کہ قاضی فریدون کی موت کا وقت قریب آ گیا۔ قاضی فریدون نے اللہ کی

بارگاہ میں دعا فرمائی کہ اے مضطرب و بیقرار دلوں کی دعا قبول فرما
والے مجھ کو موت سے اس وقت تک کے لئے نجات دے تا آنکہ شیخ
کتاب کافیہ تمام کرے چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور جب یہ بات قطب
العالم (شیخ میناؒ) کو معلوم ہوئی تو آپ نے ایک بڑا دھاگہ لے کر اپنے پاس
رکھا اور اس میں روزانہ ایک گرہ لگانا شروع کر دیا۔ جب قطب العالم کا در
کافیہ ختم ہوا اور گرہیں شمار کی گئیں تو ایک سال نکلا۔ جب وعدہ وفائی کا وقت
آ گیا تو قاضی فریدون نے تمام چھوٹے بڑے اور مخلص دوستوں سے مل کر
اپنی جدائی کا پیغام سنایا اور جاں بحق تسلیم ہوئے قاضی فریدون کی قبر شہر لکھ
کی آبادی میں تھی۔ ممکن ہے کہ اب اس کا نشان بھی باقی نہ ہو۔

قاضی فریدون کی وفات کے بعد شیخ مینا ضروری علم کے حصول میں
مشغول ہوئے اور جو کچھ ضروری سمجھا وہ پڑھا اور جب کنز الدقائق کے با
کتاب الزکوٰۃ و کتاب النکاح کی نوبت آئی تو شیخ مینا نے ان کو نہیں پڑھا
فرمایا کہ میں مال جمع نہیں کروں گا کہ اس کی زکوٰۃ دوں اور نہ نکاح کرو
جو مسائل طلاق کی ضرورت پیش آوے غیر ضروری علم کے حصول میں
مشغول ہونا وقت کو ضائع کرنا ہے۔

قطب العالم (شاہ میناؒ) روضہ مبارک شیخ قوام الدین پر ریاضت
کرنے لگے۔ ایک مدت دراز تک اپنے پیر ملک العاشقین بدر السالکین

زائرالحرمین الشریفین حضرت شیخ سارنگؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے اور تربیت پاتے رہے تا آنکہ ان کی خلافت سے مشرف ہوئے جب یہ خبر حضرت مخدوم ابوالفتح قدس سرہ کو معلوم ہوئی کہ قطب العالم (شاہ میناؒ) کو لباس خرقہ عطا ہوا ہے تو آپ نے نہایت خوش ہو کر فرمایا۔

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردند بگوہر شناس

بیان عبادت وریاضت

حضرت مخدوم شاہ میناؒ، رئیس العارفین (شیخ قوام الدینؒ) کی خانقاہ میں عبادت وریاضت کرتے تھے۔ اور یہاں سے ایک زمانہ تک اپنے پیر مرشد حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور ان سے سلوک وتصوف کی راہ میں رہنمائی حاصل کرتے رہے ایک مرتبہ حضرت مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ کھڑاؤن پہن کر اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت مخدوم شیخ سارنگؒ نے غلبہ حال اور اپنے پیر مرشد شیخ قوام الدینؒ کی انتہائی محبت اور تعظیم کے پیش نظر مخدوم شاہ مینا کے کھڑاؤن اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا اور یہ فرمایا کہ یہ کھڑاؤن میرے پیر شیخ قوام الدینؒ کے آستانہ کے پاس سے آئے ہیں اس میں وہاں کی گرد وغبار لگی ہوگی۔ اگر وہ گرد وغبار ہمارے اوپر گر جائے تو بہتر ہے یہ دیکھ کر مخدوم شاہ میناؒ پر ایک کیف طاری ہوگیا۔ اور اس کے بعد سے حضرت مخدوم شاہ مینا نے یہ طے کر لیا کہ اب کبھی کھڑاؤن وغیرہ پہن کر اپنے پیر مرشد شیخ سارنگؒ کے یہاں نہ جاؤں گا، اس واقعہ کے بعد مخدوم شاہ میناؒ جب بھی اپنے پیر مرشد

مخدوم شیخ سارنگ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو پاپیادہ ننگے پاؤں ہی گئے۔

شرح رسالہ مکیہ سے نقل ہے کہ قطب العالم (شاہ مینا) نور اللہ مرقدہٗ شروع زمانہ میں سردی کی راتوں میں جب کہ انتہائی ٹھنڈ ہوتی تھی۔ اگر نیند غلبہ کرتی تو اپنے پیراہن مبارک کو مع پائجامہ کے پانی میں بھگوکر پہنتے تھے اور جماعت خانہ رئیس العارفین (حضرت شیخ قوام الدینؒ) میں بیٹھتے تھے جہاں چاروں طرف سے ہوا آتی رہتی تھی۔ اس طرح ٹھنڈ اور ہوا سے نیند کو دور کرتے تھے۔ کبھی منڈائے ہوئے سر پر ٹوپی بھگوکر پہنتے۔ کبھی پتھروں کے ٹکڑے جمع کر کے ان کو بچھا کر ان پر بیٹھتے تھے اسی پر تمام شب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو انہی پتھروں کے ٹکڑوں پر لیٹ جاتے۔ ان پتھروں کے ٹکڑوں کے بستر پر نیند کب آسکتی تھی۔ گرنے کے خوف سے دیوار سے ٹیک لگا کر نہ سوتے تمام رات اسی طور سے ریاضت میں گزارتے تھے۔ بعض اوقات سرد ہوا کی وجہ سے پانی کو گرم فرماتے۔ اتفاقیہ آگ کی گرمی سے نفس کو تھوڑا آرام مل جاتا وضو میں جلدی نہیں فرماتے تھے ہاں اگر یہ خیال گزرتا کہ تھوڑی دیر کے بعد وضو کروں گا تو فوراً اٹھ جاتے اور گرم پانی پھینک دیتے اور ٹھنڈے پانی سے غسل فرماتے تھے اور تمام شب نماز میں مشغول رہتے تھے۔ اکثر و بیشتر طے کے روزے رکھتے

تھے۔ اپنے پیر ملک العاشقین شیخ سارنگ قدس سرہ کے پاس پا پیادہ ننگے
پیر جاتے تھے نفس کو اس طرح سے نئے نئے مجاہدات میں مبتلا فرماتے تھے
جب کہیں جا کے طریقت میں کامل ہوئے اور نور حقیقت تک پہونچے۔

مردان بسعی و رنج بجائے رسیدہ اند
تو بے خبر کجا رسی از نفس پروری

قطب العالم (شاہ میناؒ) نے راہ خدا میں جس طرح محنت شاقہ اور رنج
برداشت فرمایا اور نفس کشی فرمائی اس کے لکھنے کے لئے سینکڑوں دفتر
چاہئے۔ یہ مشقت و رنج برداشت کرنا طاقت بشری سے باہر ہے جب تک
کہ فضل خدا شامل حال نہ ہو۔

روایت ہے کہ شاہ مینا قدس سرہٗ ریاضت کے زمانے میں مرغن
غذاؤں سے پرہیز رکھتے تھے اور خشک غذا کی عادت ڈالے ہوئے تھے۔ اگر
کبھی روغن یا چربی یا دوسرے روغن کی خوشبو آپ کے دماغ میں پہونچ جاتی
تو آپ برداشت نہ کر پاتے اور فوراً نصیحت فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ قطب العالم (شاہ مینا قدس سرہ) فرماتے تھے کہ میں
رئیس العارفین کے روضہ پر رہتا تھا اور ظاہری پریشانیوں میں بے حد مبتلا
رہتا تھا بعض اوقات مسافر لوگ آجاتے اور کھانا تھوڑا ہوتا تو ان کے سامنے
رکھ دیتا اور چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے سے بجھا دیتا تاکہ لوگوں کو

اندھیرے میں کھانے میں مشغول کروں میں اپنا ہاتھ جلدیْ جلدی کھانے میں ڈالتا مگر کھاتا نہ تھا تاکہ وہ لوگ شکم سیر ہو کر کھالیں اور میرے ہاتھ ڈالنے میں یہ مصلحت تھی کہ وہ لوگ سمجھیں کہ میں بھی کھارہا ہوں حالانکہ میں بھوکا ہی رہتا۔ نیز قطب العالم (شاہ میناؒ) فرماتے تھے کہ ایک روز چند نفر مہمان رئیس العارفین (حاجی الحرمین صاحب) کے روضۂ مبارک پر آئے، والدہ حیات تھیں میں نے ان سے عرض کیا کہ چند نفر مہمان آئے ہیں ان کے کھانے کے لئے چاہیے۔ والدہ محترمہ نے فرمایا کھانا ہوجائے گا تم جاؤ اپنا کام کرو، جب رات زیادہ ہوگئی اور کھانا نہیں آیا تو میں معلوم کرنے کی غرض سے مکان گیا، دیکھا میں نے کہ والدہ معظمہ تھوڑا آٹا گوندھ رہی ہیں میں نے عرض کیا کہ جب آٹا موجود تھا تو اتنی دیر کیوں فرمائی والدہ محترمہ نے فرمایا اے فرزند آٹا اسی قدر موجود تھا اور زیادہ کی تدبیر نہ کرسکی اور تمہاری بہن کے بچے ابھی تک سوئے نہ تھے اسی انتظار میں تھی کہ یہ سوجائیں تو آٹا گوندھوں اگر وہ جاگتے رہتے اور میں آٹا گوندھتی اور کھانا پکاتی تو وہ بھی اپنے کھانے کے مطابق کھاتے اور مہمان تھوڑے کھانے میں آسودہ نہ ہو پاتے اس لئے میں نے کھانا پکانے میں تاخیر کی، جب کھانا تیار ہوا تو میں نے مہمانوں کو کھانا کھلایا لیکن ان بچوں کے بھوکے سوجانے کی وجہ سے میں رات بھر غمگین رہا اور فرماتے کہ اس وقت مجھے جو کشادگی ہوئی ہے میں سمجھتا

ہوں کہ اسی رات کی برکت اور روشنی فقر والدہ محترمہ کی خدمت کی وجہ سے ہے۔

روایت ہے کہ حضرت قطب العالم (شاہ میناؒ) اکثر روزہ رکھتے تھے لیکن لوگوں پر اپنے روزہ دار ہونے کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک روز اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو والدہ نے فرمایا کھانا تیار ہے کھالو، آپ روزہ سے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ روزہ کا اظہار نہ ہو اس لئے والدہ سے عرض کیا کہ مہمان خانے میں مہمان ہیں ان کے واسطے کھانا بھیج دیجئے اور جب کھانا مہمانوں کے سامنے آیا تو ان سے فرمایا کہ آپ حضرات نوش فرمائیں والدہ مکان میں میرا انتظار کررہی ہیں اس طریقہ سے کسی کو یہ نہ معلوم ہوسکا کہ آپ روزہ دار ہیں یا غیر روزہ دار۔

روایت ہے کہ ایک روز قطب العالم (شاہ مینا) قدس سرہٗ طے کا روزہ رکھے ہوئے تھے بوقت نماز عصر ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا پس خوردہ مرحمت فرمایئے تاکہ میں اس کو کھا کر اپنی منزل پر روانہ ہو جاؤں لہٰذا آپ نے روزہ افطار دیا اور اپنا پس خوردہ اس کو عنایت فرمایا باوجودیکہ عصر کا وقت تھا حضرت شیخ سعد قدس سرہ نے عرض کیا بوقت عصر افطار روزہ تطوع بخاطر میزبان جائز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میاں سعد روزے کے واسطے قضا ہے اور خودی کی قضا نہیں ہے خودی نے بہت سے لوگوں کے گھر تباہ کئے

ہیں سبحان اللہ کیا اخلاق آپ کا تھا روزہ کی قضا رکھنا پسند فرمایا مگر مہمان کا دل توڑنا پسند نہ فرمایا۔

روایت ہے کہ قطب العالم (شیخ میناؒ) زیادتی ریاضت اور طے کے روزے رکھنے کی وجہ سے اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ ایک روز چلنے میں پاؤں لڑکھڑا گئے اور آپ گر گئے۔ آپ ایک اینٹ اٹھا کر کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اے اللہ کے بندوں راستے سے اینٹیں ہٹا دو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کے پائے مبارک بسبب ضعف لڑکھڑا گئے ہیں بلکہ یہ پڑی ہوئی اینٹ سے ٹکرا کر گر گئے ہیں۔

اوراد وظائف

حضرت مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ کا اذکار، اور وظائف کے سلسلہ میں یہ معمول تھا کہ جب آپؒ ذکر شروع کرتے تو تین مرتبہ درود شریف پڑھتے، اس کے بعد یہ آیت کریمہ پڑھتے: اِفَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لاَ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ. عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ" اس کے بعد لا الہ الا اللہ بلند آواز سے پڑھتے اور تین مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے، پھر اس کے بعد بلند آواز سے ذکر شروع کر دیتے، اور دسویں مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہتے، اس کے بعد بلند آواز سے ذکر شروع کر دیتے، اور جب تک ذوق وشوق قائم رہتا اور سانس ساتھ دیتی، اس وقت تک بلند آواز سے لاَ اِلٰہَ کہتے رہتے، اور جب سانس اپنی اصلی حالت پر واپس آجاتی تو مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کہتے اور فرماتے کہ اس طرح سے دونوں طریقوں پر عمل ہو جاتا ہے، کیوں کہ پیروں کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کی تلقین

---

[۱] صفحہ ۱۱۳، ملفوظات

کرتے وقت تین مرتبہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور تین مرتبہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے کو کہتے ہیں۔

جب آپؒ ذکر سے فارغ ہوتے تو درود شریف پڑھتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ اِنَّا ذَکَرْنَاکَ عَلٰی قِلَّۃِ عَقْلِنَا وَ عَمَلِنَا وَ فَھْمِنَا فَاذْکُرْنَا عَلٰی قَدْرِ سَعَتِکَ وَ رَحْمَتِکَ وَ فَضْلِکَ یَا خَیْرَ الذَّاکِرِیْنَ وَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔" ترجمہ: اے اللہ ہم نے تیرا ذکر کم عقل و علم وفہم کے مطابق کیا، تو ہمارا ذکر اپنی وسعت رحمت اور فضل کے مطابق کرنا اے بہترین ذکر کرنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے۔

مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، کہ اگر لوگوں کو جمع کر کے ذکر کیا جائے تو یہ بہتر ہے، اور حلقہ بنا کر ذکر کرنا مشائخ کی سنت ہے، اور یہ پسندیدہ و جائز امر ہے۔[1]

مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اور رات میں انتہائی توجہ سے درج ذیل وظیفہ پڑھتے اور اپنے مریدین، متوسلین، اور دوسروں کو بھی اس کے پڑھنے کی تعلیم دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اسلام اور جو کچھ اس میں ہے سب کو قبول کیا اور کافروں کے کفر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بیزار ہوں۔ "وَاَ

---

[1] ملفوظات صفحہ ۱۱۳، ۱۸۵

توبُ اِلَیہِ وَ اَقُولُ اَشھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَ اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُولُہٗ" اس کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئاً وَّ اَنَا اَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ وَ اَتُوبُ اِلَیہِ وَ اَقُولُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ" اور فقہاء کے نزدیک ایمان مجمل معتبر ہے، اور متکلمین کے نزدیک ایمان مفصل معتبر ہے[1]۔

حضرت مخدوم شاہ میناؒ کا یہ معمول تھا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے، اور صاحب ہدایہ کی دعا فجر کی نماز کے بعد پڑھتے تھے، اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا صبح کے وقت اور رات کے وقت پڑھتے تھے، تینوں بزرگوں کی دعائیں بالترتیب درج ذیل منقول ہیں۔

(۱) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء، یہ دعا حضرت مخدوم شاہ مینا علیہ الرحمۃ ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمَانِ الرَّحِیْمِ. اَللّٰھُمَّ صَغِّرِ الدُّنْیَا بِاَعْیُنِنَا وَ عَظِّمْ جَلَالَکَ فِیْ قُلُوْبِنَا وَ وَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِکَ وَ ثَبِّتْنَا عَلٰی دِیْنِکَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

---

[1] ملفوظات صفحہ ۱۸۵، ۱۸۶

ترجمہ: اے اللہ! ہماری نگاہوں میں دنیا کو چھوٹا بنا دے، اور اپنی بزرگی کو ہمارے دلوں میں بڑا بنا دے، اور اپنی مرضی کے کاموں کی توفیق عطا فرما اور اپنے دین پر ہمیں ثابت قدم فرما دے اے بزرگی والے خدا! اے سارے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے تیری رحمت کے ہم امیدوار ہیں۔

(۲) صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علیؒ بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا جو حضرت مخدوم شاہ مینار رحمۃ اللہ علیہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے تھے:-[۱]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَانِ الرَّحِيْمِ. اَللّٰهُمَّ بِعِزَّتِکَ يَا عَزِيْزُ، وَ بِقُدْرَتِکَ يَا قَدِيْرُ، وَ بِحَمْدِکَ يَا حَمِيْدُ، وَ بِحِكْمَتِکَ يَا حَكِيْمُ وَ بِعَظْمَتِکَ يَا عَظِيْمُ وَ بِرَحْمَتِکَ يَا رَحِيْمُ وَ بِفَضْلِکَ يَا رَحْمَانُ وَ بِمَنِيَّتِکَ يَا مَنَّانُ وَ بِعَفْوِکَ يَا عَفُوُّ، اَنْ تَحْفَظَ عَلَيَّ الْاِيْمَانَ فِي آنَاءِ اللَّيْلِ وَ اَطْرَافِ النَّهَارِ قَائِماً وَ قَاعِداً رَاكِعاً وَ سَاجِداً وَ يَقْظَاناً وَّ نَائِماً، حَيًّا وَّ مَيِّتاً عَلٰى كُلِّ حَالٍ بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ.

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وسلم کی دعاء، یہ دعا حضرت مخدوم شاہ مینار رحمۃ اللہ علیہ صبح اور رات میں پڑھتے تھے:-

---

[۱] ملفوظات صفحہ ۱۶۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. سُبْحَانَ اللّٰہِ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الصَّمَدِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَفِیْعِ السَّمٰوٰاتِ بِلَا عَمَدٍ، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَداً. سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُواً اَحَدٌ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.[۱]

نقل ہے کہ رسالہ مکیہ میں مذکور ہے کہ بعض مشائخ، بعد نماز عصر یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم تا غروب آفتاب پڑھتے ہیں، تین ہزار اسم کی فضیلت جو کہ میرے خدا کے ہیں، ان اسماء کی دعوت میں ڈھونڈھتے ہیں، اسی موقع پر حضرت مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص رنج و بلا میں گرفتار ہو اور کوئی صورت دفیعہ کی پیش نظر نہ ہو تو بعد نماز ''دیگر'' یعنی (عصر) بروز ''آدینہ'' یعنی (جمعہ) تا بہ غروب آفتاب کسی کام یا بات میں مشغول نہ ہو، بلکہ بذکر ان کلمات یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، بالقطع مشغول رہے تو رنج و بلا سے خلاصی پاوے۔

حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب ''فرائض کے علاوہ کثرت سے نوافل بھی پڑھا کرتے تھے، اور اسی کی دوسروں کو تلقین بھی فرماتے تھے، نوافل میں

---

[۱] یہ تینوں دعائیں ملفوظات صفحہ ۱۶۴-۱۶۵ پر لکھی ہوئی ہیں۔

اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے علاوہ دوسری نمازیں مثلاً صلوٰۃ الخضر، صلوٰۃ الشکر، صلوٰۃ الفردوس، صلوٰۃ البروج، صلوٰۃ الفتح، صلوٰۃ النور، صلوٰۃ الکوثر، صلوٰۃ الفردوس، صلوٰۃ حفظ الایمان، صلوٰۃ ہدیہ رسول اور اس جیسی متعدد نمازوں کا ذکر ملفوظ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، چنانچہ صلوٰۃ الفتح کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی اس طرح منقول ہے کہ

جو فرد بشر دس رکعت صلوٰۃ الخضر (یہ نماز ظہر سے پہلے دس رکعت ہے) کے بعد چار رکعت صلوٰۃ الفتح اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ تیرہ مرتبہ پڑھے، اور دوسری رکعت میں گیارہ مرتبہ، اور تیسری رکعت میں نو مرتبہ، اور چوتھی رکعت میں سات مرتبہ، پھر سلام پھیرنے کے بعد درود شریف، اور سجدہ میں جا کر یہ دعا تین مرتبہ پڑھے۔

یَا مُفَتِّحُ فَتِّحْ یَا مُسَبِّبُ سَبِّبْ یَا مُفَرِّجُ فَرِّجْ یَا مُسَهِّلُ سَهِّلْ یَا رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ.

اس کے بعد بیٹھے اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے

اِلٰهِیْ ضَاقَتِ الْمَذَاهِبُ اِلَّا اِلَیْکَ وَ خَابَتِ الْاٰمَالُ اِلَّا لَدَیْکَ وَ انْقَطَعَ الرَّجَاءُ اِلَّا عَنْکَ، وَ بَطَلَ التَّوَکُّلُ اِلَّا عَلَیْکَ، لَا مَلْجَأَ وَ لَا مَنْجَأَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ

فَرْداً وَ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ.

اللہ تعالیٰ اس پر نعمتوں کا دروازہ کھول دے گا۔

تلقین ذکر[1]

قطب العالم شیخ محمد بن قطب المعروف شیخ مینا نے ذکر کی تلقین بندگی مخدوم شیخ سارنگ سے حاصل کی تھی۔ شیخ سارنگؒ نے شیخ یوسف ایرچی سے، بندگی شیخ یوسف نے بندگی مخدوم جہانیاں سید جلال الحق والدین سے، بندگی مخدوم جہانیاں نے بندگی شیخ امام الدین گازونی سے، شیخ امام الدین گازونی نے اپنے بھائی شیخ امین الدین سے، شیخ امین الدین نے شیخ اوحد الدین بن عبداللہ بن مسعود سے، شیخ اوحد الدین نے شیخ اصیل الدین قدس سرہ سے شیخ اصیل الدین نے شیخ رکن الدین ابی الغنائم بن فضل بن ابی قاسم الخطیب سے شیخ رکن الدین نے شیخ قطب الدین بن ابی رشید احمد بن محمد حنیف ابہری سے شیخ قطب الدین نے شیخ ضیاء الدین بن ابی نجیب

[1] ملفوظات صفحہ ۱۱۷

عبدالقاہر بن عبداللہ سہروردی سے شیخ ضیاء الدین ابی نجیب نے شیخ احمد غزالی سے شیخ احمد غزالی نے ابی حفص عمر بن محمد عمویہ السہر وردی سے شیخ ابی حفص نے شیخ ممشاد دینوی سے شیخ ممشاد دینوی نے خواجہ جنید بغدادی سے خواجہ جنید نے خواجہ سری سقطی سے، خواجہ سری سقطی نے خواجہ معروف کرخی سے خواجہ معروف کرخی نے خواجہ داؤد طائی سے، خواجہ داؤد طائی نے خواجہ حبیب عجمی سے، خواجہ حبیب عجمی نے خواجہ حسن بصری سے خواجہ حسن بصری نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے، امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے خواجہ کائنات خلاصہ موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

''ہر حرف خطا کہ جستہ باشد زقلم''

شویند بہ آب عفو و باران کرم

کشف وکرامات

(۱) ایک دن ایک شخص حضرت مخدوم شاہ میناؒ سے بیعت ہوا، وہ اپنے ساتھ کچھ شیرینی لایا تھا شاہ میناؒ نے اس شیرینی کو تقسیم نہیں فرمایا، بلکہ میاں داؤد جو آپ کے خاص خادم تھے، ان کو وہ شیرینی دے دی اور فرمایا کہ میاں داؤد! اس کو کہیں زمین میں دبادو، میاں داؤد نے شاہ میناؒ کے حکم کی تعمیل کی اور اس شیرینی کو زمین میں گاڑ دیا یہ سب دیکھ کر جو لوگ وہاں موجود تھے ان کو حیرت ہوئی کیوں کہ شاہ میناؒ کا معمول یہ تھا کہ جب کہیں سے کوئی چیز آتی تھی تو اسے حاضرین کے درمیان تقسیم فرمادیتے تھے، کچھ مدت کے بعد شاہ میناؒ کا وہی مرید ایک چوری میں پکڑا گیا، اس چور کو ایک شمس نامی حاکم کے سامنے پیش کیا گیا، حاکم نے اس چور سے تفتیش کی، اس نے اقبال جرم کرلیا کہ میں نے چوری کی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس نے بتایا کہ میں حضرت مخدوم شاہ میناؒ کا مرید بھی ہوں، حاکم کو اس پر تعجب ہوا کہ حضرت مخدوم شاہ میناؒ کا مرید ہوتے ہوئے اس نے چوری کیسے کی؟ مزید معلومات کے لئے

اس حاکم نے اس چور کو حضرت مخدوم شاہ میناؒ کی خدمت میں حاضر کیا، شاہ میناؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو اس چور سے فرمایا کہ کل تم نے جو مٹھائی پیش کی تھی، وہ میاں داؤد کے پاس محفوظ ہے، اس کے بعد میاں داؤد کو شاہ میناؒ نے حکم دیا کہ وہ شیرینی لے آؤ! میاں داؤد نے جب شیرینی شاہ میناؒ کی خدمت میں حاضر کی تو آپ نے اس چور سے فرمایا، آؤ بھائی اپنی مٹھائی لے جاؤ اور ہماری ٹوپی ہمیں واپس دے جاؤ! اس پر وہ چور بہت شرمندہ ہوا، اور اصرار کرنے لگا کہ اب میں نے توبہ کر لی ہے، اب کبھی بھی چوری نہ کروں گا بالآخر اس شخص نے بعد میں اپنی زندگی سنوار لی۔

(۲) شمس خاں حضرت مخدوم شاہ میناؒ سے پختہ عقیدت نہیں رکھتے تھے، ایک دن انہوں نے نیت کی کہ حضرت شاہ میناؒ مجھے ایک ایسا انار دیں جو چاروں طرف سے پھٹا ہوا ہو، حالانکہ اس قسم کے انار کا موسم نہیں تھا، بالآخر ایک دن شمس خاں شاہ میناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ میناؒ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ حجرہ کے طاق میں ایک انار رکھا ہوا ہے، لے آؤ! جب خادم نے انار شاہ میناؒ کی خدمت میں پیش کیا تو اس انار کو آپ نے اسی صفت پر پایا، جو شمس خاں کی نیت اور طلب تھی، شاہ میناؒ نے وہ انار شمس خاں کو دے دیا، اور فرمایا، اگر میں ایسا انار نہ رکھتا تو میں تمہیں کہاں سے دیتا؟ پھر آپ نے فرمایا کہ ''تمہارا امتحان اور آزمائش اچھی نہیں!'' شمس خاں اس

واقعہ سے انتہائی شرمندہ اور پشیمان ہوئے۔

(۳) ایک مرتبہ شمس خاں کا بڑا لڑکا جذام کے مرض میں مبتلا ہو گیا، اس لڑکے کو شاہ میناؒ سے بڑی عقیدت تھی، اس لڑکے کے ایک بھائی نے اسے طعنہ دیا کہ شاہ میناؒ کی خدمت کا اثر تجھ پر یہ ہوا کہ تو جذام کے مرض میں مبتلا ہو گیا، شاہ میناؒ سے عقیدت رکھنے والا لڑکا شاہ میناؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی حالت بیان کی شاہ میناؒ نے فرمایا، ''ایں بہوری است ہیچ غم نخوری'' اس کے بعد آپ نے اپنا لعاب دہن اس عقیدت مند کے جسم پر مل دیا، خداوند قدوس نے اس لڑکے کے جذام کو دور کر کے اس کو مکمل صحت عطا کر دی، جس لڑکے نے اس کو طعنہ دیا تھا وہ بہت رنجیدہ ہوا اور جلد ہی مر گیا۔

(۴) شیخ مولانا بدہ حضرت مخدوم شاہ میناؒ کے مریدوں میں سے تھے، جوانی کے زمانہ میں انہوں نے اپنی داڑھی منڈالی تھی، اپنی اسی حالت میں جب کہ داڑھی منڈی ہوئی تھی، شیخ مولانا بدہ اپنے ایک عزیز کے یہاں جن کا نام شیخ فتا تھا، شہر کالپی گئے، شیخ فتا نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ بزرگوں کے نزدیک داڑھی منڈانا شریعت کے خلاف ہے، سنت کے مطابق داڑھی رکھنی چاہئے، شیخ بدہ نے جواب دیا کہ جب تک میرے پیر میری داڑھی پر ہاتھ نہیں پھیریں گے، اس وقت تک میں داڑھی نہیں رکھوں گا، شیخ فتا نے

ان کے اوپر جلالی نگاہ ڈال دی جس کی وجہ سے شیخ بدہ بے ہوش ہوکر زمین پر ڈھیر ہوگئے، یہاں تک کہ وہ چھ ماہ تک بیمار رہے، کبھی ہوش میں آتے اور کبھی بے ہوش ہوجاتے، جب بھی ہوش میں آتے تو اپنے پیر حضرت مخدوم شاہ میناؒ کی طرف توجہ کرتے، چھ مہینے کے بعد خواب میں ان سے حضرت مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جغرات اور چاول کھاؤ! صحت ہوجائے گی، حضرت بدہ جب خواب سے بیدار ہوئے اور ہوش میں آئے تو انہوں نے دہی اور چاول طلب کیا، حکماء اور اطباء نے کہا کہ ''دہی اور چاول کے استعمال سے تم مرجاؤ گے، شیخ بدہ نے عرض کیا کہ ''میرے پیرؒ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے، لہٰذا میں ضرور کھاؤں گا۔'' الغرض ان دونوں چیزوں کے کھانے سے شیخ بدہ بفضلہٖ خدا صحت مند ہوگئے، غسل سے فراغت کے بعد سفید لباس زیب تن کیا اور حضرت شیخ قتا کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب شیخ قتا کی نظر شیخ بدہ پر پڑی تو شیخ قتا نے فرمایا ''میرے شیخ میناؒ نے اپنے مرید کی عجیب وغریب مدد فرمائی، زہے ولایت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ واسعتہ۔

(۵) ایک شخص جذام کے مرض میں مبتلا ہوگیا، اور اس نے شیخ بدہ سے التجا کی کہ میرا مرض دور ہوجانا چاہئے، شیخ بدہ نے فرمایا کہ میں اپنے پیر سے عرض کروں گا، اگر وہ اجازت دیں گے تو میں ان سے تیرے مرض کے دور